ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

خودکشی کا بڑھتا ہوا رجحان......

جمہوریت - اپنے حقیقی روپ میں......

ہندستانی مسلمانون کی آزمائشیں......

کامل اسلام - مکمل سپردگی......

جمہوریت - کامیابی و ناکامی کے آئینہ میں......

ہندوستانی مسلمان اور ملکی سیاست ....

مرکز الإمام أبي الحسن الندوي

دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

دانشمندانہ جد و جہد کی ضرورت

ہندوستان کے مسلمان اس وقت ایک فیصلہ کن مرحلہ سے گذر رہے ہیں، یہاں ملتِ اسلامیہ ہندیہ کی بقا کے لیے ایک بڑی پر عزم لیکن دانشمندانہ جد و جہد کی ضرورت ہے، یہاں مسلمانوں کے ملی وجود ان کی اجتماعی شخصیت وانفرادیت کی بقا کے لیے کچھ کاموں کی تکمیل ضروری ہے، وہ اس ملک میں مسلمانوں کی حیثیت سے رہیں، محفوظ ہوں، باعزت ہوں، مؤثر اور فیصلہ کن ہوں، اپنی خصوصیات کے مالک ہوں، اپنے پیغام کے حامل ہوں، انسانیت اور اس ملک کے لیے مفید ومبارک ثابت ہوں، حالات و واقعات سے عہدہ برآ دے سکیں، زمانہ اور ایک ترقی کرنے والے ملک کے قافلہ کے ساتھ قدم ملا کر چل سکیں، بلکہ ضرورت ہو تو ان کی رہنمائی اور کارواں سالاری کا فرض بھی انجام دے سکیں، قیادت کی ذمہ داریاں بھی سنبھال سکیں اور اس ملک کو مہیب خطرہ اور مہلک زوال سے بچا سکیں، اس لیے چند تعلیمی وتعمیری کوششوں اور تحریکوں اور عظیم اداروں اور فکری مرکزوں کی ضرورت ہے، ان تحریکوں اور اداروں کا وجود اور ان کا استحکام وترقی اس ملت کے وجود کے لیے وہی حیثیت رکھتا ہے، جو ہوا و پانی ایک زندہ انسان کے لیے، اگر یہ تحریکیں اور ادارے سرسبز توانا اور روبہ ترقی ہیں تو ملت کا وجود محفوظ، اس کا مستقبل روشن اور ملک میں اس کا مقام معین ہے، کسی اکثریت یا فرقے کا تعصب وتنگ نظری یا حکومت کی کمزوری وجانبداری اس کے وجود کو ختم یا اس کے مستقبل کو تاریک نہیں بنا سکتی، اور کوئی بڑے سے بڑا فرقہ وارانہ فساد اس کی قسمت پر مہر نہیں لگا سکتا۔

لیکن اگر اس ملت کے افراد اپنے ذاتی مستقبل کی تعمیر میں ہمہ تن مشغول ومنہمک ہیں، اس کے متمول اور با استطاعت افراد ملی تقاضوں اور ضرورتوں سے غافل ہیں، وہ اپنی ''خواہشات'' اور ''حوصلہ مندیوں'' پر تو بے دریغ اور شاہانہ اولوالعزمیوں کے ساتھ روپیہ صرف کر سکتے ہیں، لیکن احیاء وبقائے ملت کی تحریکیں اور ادارے سرمایہ کی کمی کی وجہ سے دم توڑ رہے ہیں، یا وسائل کی کمی کی وجہ سے ان کا حال وہ ہے جو شاعر نے اپنے دردِ دل کے متعلق کہا ہے۔

دل ہے گویا چراغ مفلس کا   شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے

تو پھر یہ افراد (خواہ سرمایہ کے لحاظ سے قارون وقت ہوں) ہر وقت خطرے سے دوچار ہیں، اللہ کی نگاہ میں ان کی پرکاہ کے برابر بھی قیمت نہیں، حالات کی کوئی خفیف سے تبدیلی اور واقعات کی کوئی ہلکی سی لہر بھی ان کے ان چھوٹے چھوٹے مصنوعی حصاروں کو ریت کی دیواروں کی طرح بہا کر لے جائے گی، اور کسی دن جب آنکھ کھلے گی تو ان کو نظر آئے گا کہ وہ دفعتاً ہر چیز سے محروم ہو گئے ہیں، اور ایک تن آسان اور خدا فراموش اور فرض ناآشنا قوم کی طرح ان کا حال بھی یہی ہوگا:

﴿فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ (تو ان پر آیا اللہ کا عذاب ایسی جگہ سے کہ ان کو گمان بھی نہ تھا، اور اللہ نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب) (الحشر: ۲)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

(مسلمانانِ ہند سے کچھ صاف صاف باتیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو اور ہندی میں ایک ساتھ شائع ہونے والا

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

مرکز الامام أبی الحسن الندوی
دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)
www.abulhasanalinadwi.org

سرپرست: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ (صدر، دارعرفات)

نگراں: مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہٗ (جنرل سکریٹری، دارعرفات)

مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسنی ندوی | مفتی راشد حسین ندوی | عبدالسبحان ناخدا ندوی

محمود حسن حسنی ندوی | محمد حسن ندوی

معاون ادارت

محمد نفیس خاں ندوی

مئی ۲۰۱۴ء

جلد نمبر: ۶ ✻ شمارہ نمبر: ۵

فہرس

ملک کی تعمیر وترقی کے لیے رہنما اصول ۲
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

خودکشی کا بڑھتا ہوا رجحان ۳
بلال عبدالحی حسنی ندوی

جمہوریت اپنے حقیقی روپ میں ۴
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ

جمہوریت- کامیابی وناکامی کے آئینہ میں ۵
مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی

کامل اسلام- مکمل سپردگی ۷
مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ

اسلامی عقائد- قرآن وحدیث کی روشنی میں ۱۰
بلال عبدالحی حسنی ندوی

چیزوں کے پاک کرنے کے شرعی طریقے ۱۱
مفتی راشد حسین ندوی

الٰہی توبہ الٰہی توبہ (نظم) ۱۳
حکیم سید فخرالدین خیالیؔ

انجیل برناباس- ایک تعارف ۱۴
مولانا عبدالرحیم حسنی

ہندوستانی مسلمانوں کی آزمائشیں ۱۵
مولانا اسرارالحق قاسمی

قبولیت اسلام کا بڑھتا ہوا رجحان ۱۷

ہندوستانی مسلمان اور ملکی سیاست ۱۹
محمد نفیس خاں ندوی

آزاد مسلمان؟ ۲۰
ابوالعباس خاں

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر ''پیام عرفات''
مرکز الإمام أبي الحسن الندوي، دارِعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔ Mail: markazulimam@gmail.com

فی شمارہ: ۱۰ روپئے
سالانہ: ۱۰۰ روپئے

ملک کی تعمیر وترقی کے لیے راھنما اصول

’’میں اس سلسلہ میں ان چار نکات کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جو میرے نزدیک فوری طور پر مؤثر اور مفید ہو سکتے ہیں:

۱- خالص مذہبی، اخلاقی، انسانی بنیاد پر عوام سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کی کوشش، اور دوروں، وفود، ملاقاتوں، محلوں بستیوں، گاؤں اور قصبات کی سطح پر جلسوں اور خطابات کی تنظیم، جن میں انسان کی جان، اس کی عزت آبرو، مال واملاک کی قدر و قیمت ذہن نشین کرنے کی کوشش کی جائے، ان کے احترام وتحفظ کی ذمہ داری کا احساس دلایا جائے۔

مذہبی، اخلاقی وانسانی بنیاد پر یہ کام اس لیے مفید اور مؤثر ہے کہ اس ملک کے باشندوں کا مزاج فطرتاً مذہبی امن پسند، محبت آشنا اور انسان دوست واقع ہوا ہے، وہ اسی زبان کو زیادہ سمجھتے ہیں، اور اسی راستے سے ان کے دل و دماغ تک پہنچنا آسان ہے، اور اسی کا اثر مستقل اور دیرپا ہوتا ہے، دوسرے اس لیے کہ (افسوس وشرم کے ساتھ یہ بات کہی جاتی ہے) بار بار تجربوں کے بعد عوام کا سیاسی پارٹیوں اور الیکشن کے موقع پر منشور اور اعلانات پر سے بھروسا اور عقیدہ اٹھتا جا رہا ہے، اور وہ اس سے متاثر نہیں ہوتے۔

۲- پرائمری کے مرحلہ سے لے کر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیمی مرحلہ تک نصاب تعلیم بالخصوص تاریخ کے مضامین اور اس کے نصاب کی اصلاح، جو ملک کے دو بڑے فرقوں (مسلمانوں اور غیر مسلموں) کے دل و دماغ میں منافرت کے بیج بونے کا ذمہ دار ہے، یہی زہر ہے جو آج ہمارے پورے معاشرہ میں پھیلا ہوا ہے، اور کسی وقت وہ ہانڈی کا اُبال اور جذباتی اشتعال بن کر فرقہ وارانہ فسادات اور عملی تصادم کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جب تک اس نصاب تعلیم کی اصلاح نہیں ہوگی، اس امن وآشتی، باہمی اعتماد اور دونوں فرقوں کے درمیان خوش گوار تعلقات کی امید نہیں کی جا سکتی۔

۳:- ہندوستانی پریس میں اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے کی مؤثر اور طاقتور اور منظم اور مخلصانہ کوشش، یہ اخبارات اپنے ہیجان انگیز مضامین، سنسنی خیز خبروں اور تصویر کا بالعموم ایک رُخ پیش کرنے اور ایک فرقہ کے ظلم اور ایک فرقہ کی مظلومیت ہی کو نمایاں کرنے کے ذریعے لاکھوں انسانوں کے دل میں نفرت وعداوت کی آگ بھڑکا دیتے ہیں، اور کسی فرقہ، جماعت یا آبادی کے ایک عنصر کی طرف سے شکوک وبدگمانیوں کا ایک بادل بنا دیتے ہیں۔ میرے خیال میں ملک کے دانشور اور بہی خواہ حکومت کی مشینری کی مداخلت کے بغیر بھی اخبارات کے ذمہ داروں اور لکھنے والوں کو اپنا پورا خلوص دے کر اور تعلقات کی پوری طاقت صرف کر کے اس پر آمادہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری کا زیادہ احساس کریں اور اپنے فرائض اور یگانہ قابلیت وذہانت کو تخریب وانتشار انگیزی میں صرف کرنے کے بجائے تعمیر اور اتحاد پروری میں صرف کریں۔

۴:- پولیس کا معیار اور اس کے بارے میں نقطۂ نظر بدلنا چاہیے، اور اس مفید ادارہ کی تربیت بالکل دوسرے نہج پر ہونی چاہیے، اس میں اخلاقی تربیت، ہندوستانی شہریت، اور انسانی احساسات، دوسروں کی مدد کا جذبہ، کمزوروں پر رحم، چھوٹوں پر شفقت، اور پاکباز انسانوں کا احترام اور اپنے فرائض کو بہتر سے بہتر طریقہ پر ادا کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، تاکہ وہ اس طرح سے اہل ملک اور اپنے ہم وطنوں کی نظر میں مونس وغم خوار اور معاون ومددگار نظر آئیں، اسی طرح اس کی بھی ضرورت ہے کہ پولیس میں اکثریتی فرقہ کے علاوہ دوسرے فرقہ کے بھی بالخصوص مسلم اقلیت کی متناسب نمائندگی ہو، اس سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ اس تنظیم کے مختلف اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ رہنا سہنا سیکھیں گے، ایک دوسرے کی خوبیوں سے واقف ہوں گے، دوسرے ایسے فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر وہ یک طرفہ کارروائی نہیں کر سکیں گے، اس حقیقت پر اکثریتی فرقہ کو وسیع ذہن اور ٹھنڈے دل کے ساتھ، اور حکومت کو حقیقت پسندی اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے اور اس کے لیے جلد اور مؤثر اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔‘‘

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (انسانیت کی مسیحائی)

مدیر کے قلم سے

خود کشی کا بڑھتا ہوا رجحان

بلال عبدالحی حسنی ندوی

زندگی کی دوڑ میں آج ہر شخص بے یقینی کی ایک کیفیت کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جارہا ہے، خود وہ نہیں جانتا کہ اس کی منزل کیا ہے؟ موجودہ دور کی مادی ترقیات اور چمک دمک نے ہر ایک کی نگاہوں کو خیرہ کررکھا ہے، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ دوسرے سے آگے بڑھ جائے اور اپنی استعداد بھر محنت کرلینے کے بعد اگر کسی کو مقصود حاصل نہیں ہوتا تو مایوسی کی ایسی کیفیت سے وہ دوچار ہوتا ہے کہ خود کشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، پورے ملک میں خود کشی کا بڑھتا ہوا رجحان اس مایوسی اور خود فراموشی کی غمازی کررہا ہے، جو حقیقت میں خدا فراموشی کا نتیجہ ہے۔

انسان نے اپنی انتہا اس دنیا کی زیب وزینت میں محدود کرلی ہے، وہ بھول جاتا ہے کہ اس کو اس کے پیدا کرنے والے نے کیوں پیدا کیا ہے اس کے آگے کیسی کیسی منزلیں ہیں، اور کہاں تک اس کا عروج ہے، وہ اگر اپنی حقیقت کو پہچان لے تو وہ کہاں نہیں پہنچ سکتا؟ اللہ نے اس کے اندر کیسی کیسی صلاحیتیں رکھی ہیں، جو اس کو دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کرتی ہیں، وہ جب اپنی ان صفات میں آگے بڑھتا ہے تو مسجود ملائکہ بن جاتا ہے فرشتے اس پر رشک کرتے ہیں، فرشتوں کے اندر ٹھوکر کھانے کی صلاحیت ہی نہیں، انسان ٹھوکر کھا سکتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو سنبھالنا جانتا ہے اس کے اندر صبر وضبط کی وہ طاقت ہے کہ اس کے نتیجہ میں وہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے، بڑے سے بڑے مسائل سے نبرد آزما ہونا اس کے لیے کھیل بن جاتا ہے اور دنیا کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانا اس کے لیے معمولی بات بن جاتی ہے۔

یہ انسان وحیوان کا فرق ہے، حیوان کے سامنے سوائے کھانے پینے اور لذت اندوزی کے اور کوئی دنیا نہیں، انسان اپنے اندر دل کی ایک دنیا رکھتا ہے، اس کے احساسات وجذبات اندر کا درد ومحبت اس کے لیے بڑا سرمایہ ہے، وہ خود بھوکا رہ کر جب دوسروں کو کھلاتا ہے تو اس کی روح کو فرسودگی حاصل ہوتی ہے، یا جب وہ دوسروں کے کام آتا ہے تو اس کے دل کو تسکین حاصل ہوتی ہے، اور بعض مرتبہ دوسروں کو فائدہ پہنچا کر اس کو وہ مزا ملتا ہے جو مزہ اپنے ہزار فائدوں سے اس کو حاصل نہیں ہوتا، لیکن اس کے لیے اندر کے انسان کو جگانے کی ضرورت ہے جو مرا تو نہیں ہے لیکن سورہا ہے، حیوانیت نے اس کی جگہ لے لی ہے جس کے نتیجہ میں اس کی زندگی کنوئیں کے مینڈک کی طرح ہوکررہ گئی ہے، وہ دنیا کے تعیّشات کو اور جسم کی راحت وآسودگی کو ہی سب کچھ سمجھنے لگتا ہے اور جب اس میں اس کو کمی نظر آتی ہے تو وہ دنیا کو بے کار سمجھ کر اپنی زندگی کو داؤں پر لگادیتا ہے، اور خود کشی پر آمادہ ہوجاتا ہے۔

اللہ کے پیغمبروں نے حقیقت سمجھائی ہے اور انسان کے اندر کی انسانیت کو جگایا ہے، اس کو اس کی حیثیت سے باخبر کرایا اور اس کی قیمت اس کو بتاتی ہے، ان کے نزدیک انسان کی اصلی قیمت اس کے اخلاق وکردار کی ہے اس کی بلندی سے انسان بام عروج تک پہنچتا ہے اور وہ یہی اصلی جوہر ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے، ایک جگہ فرمایا گیا کہ دین کے مسئلہ میں اس شخص پر نگاہ رکھو جو تم سے آگے ہے، تاکہ تمہارے اندر آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو، اور دنیا کے بارے میں اس شخص کو دیکھو جو تم سے کم نظر آرہا ہے اس سے تمہارے اندر شکر وقناعت کے جذبات پیدا ہوں گے اور تمہیں زندگی کا سکون حاصل ہوگا۔

افسوس کی بات ہے کہ آج بہت سے مسلمان بھی دنیا کی اس دوڑ کو سب کچھ سمجھ کر خود فراموش بن چکے ہیں، اور بجائے اس کے کہ وہ سسکتی انسانیت کو طاقت فراہم کرتے اس کو اس کی حیثیت بتاتے اور خدا کی پہچان اس کو کراتے وہ خود خدا فراموش بن چکے ہیں، آج دوبارہ اسی عہد صحابہ کو یاد کرنے کی ضرورت ہے جس نے انسانوں کو مساوات کا وہ سبق دیا کہ دنیا اس کو کبھی نہ بھلا سکے گی اور جس کے نتیجہ میں ایک کمزور عورت سینکڑوں میل دور سے آواز لگاتی ہے تو بادشاہ وقت اس کی خدمت ونصرت کے لیے حاضر ہوجاتا ہے، یہ مثال ہے، کاش کہ دوبارہ مسلمانوں میں دینی زندگی پیدا ہوجائے، تاکہ انسانوں کو پھر جینے کا مزا آئے اور زندگی سے مایوسی کے جو بادل دنیا پر منڈلا رہے وہ چھپ جائیں اور انسانوں کو انسانیت کا مزا آجائے۔

جمہوریت

اپنے حقیقی روپ میں

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

جمہوریت ایک انتہائی خوبصورت مسرت آفریں اور فرحت بخش لفظ ہے، ذہن از خود اس لفظ کی سحر انگیزیوں سے مسحور ہے، اور دل نے کمال سرافگندگی اور اطاعت کے ساتھ اس کی اہمیت کو تسلیم کرلیا، نتیجہ یہ ہوا کہ جب بھی کسی ملک یا کسی خطۂ ارضی سے جمہوریت ناپید ہوئی تو بلاتاخیر اس کو واپس لانے اور از سر نو زندگی میں اس کو نافذ کرنے کی کوششیں شروع ہوگئیں۔

''جمہوریت'' کو اس قسم کے خطرات انسان کی بنیادی اور اولین ضرورت سمجھتے ہیں، اس نظام کی محبت لوگوں کے دلوں میں اس قدر رچ بس گئی کہ نفسیات اور عوام کے رجحانات وخیالات کا ادنی واقف کار بھی اس نام نہاد جمہوریت کے خلاف ایک لفظ بھی بولنے کی جرات نہیں کرسکتا، خلاف بولنا تو کجا؟ اس کی اس کی اہمیت اور ضرورت کو کم سمجھنا ہی ''جمہوریت'' کی بارگاہ میں گناہ عظیم سمجھا جاتا ہے، غرض کہ ہر شخص ''ڈیموکریسی'' کی تعریف میں رطب اللسان اور اس کی توصیف کا ہمہ وقت قصیدہ خواں ہے، خواہ وہ جمہوریت پسند حضرات کا طبقہ ہو یا کٹر مذہب پسند و دین دار افراد کا گروہ دونوں برابر درجہ میں اس کا کلمہ پڑھتے نظر آتے ہیں۔ لیکن کیا واقعی ''جمہوریت'' انسان کا بنیادی مسئلہ اور اولین ضرورت ہے؟ یہ سوال پھر بھی تشنۂ جواب ہے۔

موجودہ انسان نے مختلف ملکوں اور دنیا کے متعدد خطوں میں ''ڈیموکریسی'' کا خوب تجربہ کیا، جمہوری رنگ و آہنگ اور جمہوری شعار کے تحت چلنے والے نظامہائے حیات کو اچھی طرح پرکھا لیکن ہنوز سعادت اور سکون واطمینان کی دولت مفقود ہے، حالانکہ جمہوری نظام کا مقصد ہی دراصل سکون واطمینان کی فضا پیدا کرنا ہے، لیکن واقعہ بالکل اس کے برعکس ہے، کتنے ایسے ممالک اور حکومت ہیں جہاں جمہوریت ہی کے جھنڈے تلے اور ڈیموکریسی ہی کے نام پر ظلم وجور اور فساد و انارکی کا بازار گرم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آج جس جمہوریت کا کلمہ پڑھا جارہا ہے عوام کے درمیان جس جمہوریت نے تحسین وآفرین کی داد وصول کی ہے، وہ ایسے لوگوں کے ذریعہ وجود پذیر ہوتی ہے جو مختلف شہریوں کے درمیان منتخب ہوکر حکمرانی وفرمانروائی کی باگ سنبھالنے کے درپے ہوجاتے ہیں، اور پھر اپنی خواہشات اور نقطہائے نظر کے مطابق عمل دخل شروع ہوجاتا ہے، اور یہی حضرات بعد میں رہنمایان ملک اور قائدین ملت کا خطاب بھی پاتے ہیں، علمی، عقلی، فکری اور اخلاقی معیار اور ذاتی خواہشات اور رجحانات سے صرف نظر کرکے رہنمائی اور قیادت کی کرسی انہیں کے لیے آراستہ کی جاتی ہے، صرف اس لیے کہ کسی طرح یہ ثابت ہوگیا کہ ان حضرات نے اپنے حریف کے مقابلہ میں الیکشن میں زیادہ ووٹ حاصل کیے، حالانکہ ووٹ دینے والوں کے تناسب سے یا باشندگان وطن کے تناسب سے ووٹوں کا شمار ہو تو دس فیصد بلکہ پانچ فیصد بھی ووٹ ان کے حق میں نہیں آپاتے، لیکن صرف اپنے فریق کے مقابلہ میں زیادہ ووٹ حاصل کرنے کی وجہ سے تمام باشندگان ملک اور ابنائے وطن کا نمائندہ اور حاکم مطلق انہیں کو سمجھا جاتا ہے، اور پھر حکمرانی بھی کیسی؟ اپنی عقل وفکر اور اپنی رائے اور خیال کے مطابق حکومت کے تمام کام انجام پاتے ہیں، اور اوپر غلاف ''ڈیموکریسی'' کا چڑھا دیا جاتا ہے۔

لہذا یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ موجودہ جمہوریت کا فائدہ ابنائے وطن سے کہیں زیادہ خود الیکشن میں کامیابی حاصل کرنے والے لیڈران قوم کا ہوتا ہے، اور پھر چند دنوں بعد یہی فائدہ متجاوز ہوکر مفاد پرستی خودغرضی اور ظلم وجور کے قالب میں ڈھل جاتا ہے، اس تلخ حقیقت کی مثالیں کثرت سے اس ''مقدس'' جمہوریت کے علم بردار ملکوں میں ہی اکثر ملی اور ملتی رہتی ہیں۔

اس جمہوریت سے ملک کا صرف ایک گروہ مستفید ہوتا ہے جس کی بنیاد پرنت نئے تصرفات کا ان سے صدور ہوتا رہتا ہے، ان کو کسی چیز کا خوف ہے تو بس صرف اس کا کہ رائے عامہ ان کے خلاف نہ ہونے پائے اور عام احتجاج کی فضا نہ ہموار ہو...... (باقی صفحہ ۹ پر)

جمہوریت

کامیابی وناکامی کے آئینہ میں

مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی

ہندوستان نے ۱۹۴۷ء میں برطانوی سامراج سے آزادی حاصل کی اور ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء میں جمہوری آئین کا اعلان کیا، آئین سازی میں ملک کی تہذیبی، ثقافتی، نسلی، لسانی، سیاسی بوقلمونی کو ملحوظ رکھا گیا تھا اور آئین سازوں نے آئین میں ایک ایسے آزاد ترقی پزیر ملک کا تصور پیش کیا جس میں تمام شہریوں کے حقوق یکساں ہوں، انہیں اپنا معیار زندگی بلند کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہو، او رعدل وانصاف کی بالاتری ہو اور رنگ ونسل وعقیدہ کی اساس پر کسی کو محرومی کا سامنا نہ کرنا پڑے، تعلیم وروزگار کے مواقع سب کو حاصل ہوں، اقتصادی ناہمواری دور ہو، او رمختلف طبقات کے درمیان امتیاز ختم ہو، اس کے لیے اقلیتوں اور پسماندہ طبقات کے لیے خصوصی رعایتیں رکھی گئیں، مختلف زبانوں اور تہذیبوں کے فروغ کے لیے اصول مرتب کئے گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کا دستور ہندوستان جیسے ملک کے لیے ایک مثالی دستور ہے، اور اس کی وجہ سے ہندوستان نے اپنے ۶۷ سالہ دور حکومت میں بہت سے مقاصد میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے، صنعت کاری کو جو ملکی معیشت کی سدھار میں اہم حیثیت رکھتی ہے.....فروغ ہوا، او رپیداوار کی شرح میں ترقی ہوئی، او رزرعی اصلاحات کی طرف بھی بھر پور توجہ دی گئی، صنعتی میدان میں ملک نے بڑی ترقی کی جس سے روزگار فراہم کرنے میں مدد ملی، زرعی پیداوار کے تناسب میں اضافہ ہوا، او رکسانوں کی معاشی حالت میں سدھار آیا، اس کے علاوہ ذخیرہ اندوزی کی روک تھام میں نادار کسانوں، پسماندہ طبقوں میں آراضی کی تقسیم اور ملکیت کی تحدید اور بعض صنعتی اداروں کو قومی ملکیت میں لینے سے ملک کو پسماندگی کی سطح سے اوپر اٹھانے میں مدد ملی، تعلیم کے مواقع میں اضافہ ہوا، جس سے صرف شہروں ہی میں نہیں بلکہ دور دراز دیہات، قصبات میں تعلیم کو عام کرنے، ناخواندگی کو کم کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی، دیہی علاقوں میں روشنی کے نظم ونسق کے لیے بجلی فراہم کی گئی، ایٹمی میدانوں مین بعض کامیاب تجربے کیے گئے، اور ملک کی تعمیر وترقی میں اس سے کام لیا جانے لگا، فضائی تحققیات میں بھی ملک کو کامیابی حاصل ہوئی اور ماہرین کی ایک بڑی تعداد ایشیا افریقہ کے مختلف ملکوں میں صنعتی میدان میں تعاون کر رہی ہے۔

ابتدائی دہائیوں کی ترقی کو دیکھ کر بعض مبصرین پیشین گوئی کرنے لگے تھے کہ مستقبل قریب میں ہندوستان عالمی برادری میں ایک باوقار حیثیت کا حامل ہوگا، اور ایشیا وافریقہ کے بہت سے مختلف النوع ثقافت وتہذیب، متعدد رنگ ونسل کے حامل ملکوں کی تعمیر وترقی، اوران کی مشکلات کو حل کرنے اور وہاں کی ناخواندگی و پسماندگی پر قابو پانے میں ہندوستان آئیڈیل ثابت ہوگا۔

ایک ایسا مرحلہ بھی آیا کہ بعض سیاسی مبصرین نے اس کو منی سپر پاور کا خطاب دے دیا، اور مستقبل کا سپر پاور بننے میں کم لوگوں کو شک تھا، لیکن آخری دہائیوں کے بعض غلط اقدامات اور پالیسیوں کے نتیجہ میں یہ توقعات غلط ثابت ہونے لگیں، خاص طور سے گذشتہ چند سالوں سے اقتصادی زبوں حالی، سیاسی بے چینی، ملکی انتشار وافتراق، قومی یک جہتی کے فقدان نے ملک کی ساکھ کو ہلا کر رکھدیا، بڑھتی ہوئی عصبیت، علاحدگی پسندی کا رجحان اور آپسی تناؤ کی فضا پورے ملک میں پیدا ہوگئی، اور چھوٹے چھوٹے قومی ڈھانچوں کے قیام کا تصور بڑھ رہا ہے، اور سب سے زیادہ تشویشناک مسئلہ یہ ہے کہ اس تنگ نظرانہ رجحان میں طاقت کے استعمال کا عنصر شامل ہو رہا ہے، اور ملک کے طول وعرض میں مختلف صوبوں میں اور خطوں میں علاحدگی پسند تحریکیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں، او رچھوٹی چھوٹی ناقابل ذکر برادریاں بھی سر اٹھانے لگی ہیں، مذہبی اور نسلی عصبیت

ملکی مزاج بنتی جارہی ہے، اور کتنی ہی دہشت گرد تنظیمیں قائم ہوچکی ہیں، جو قتل وغارت گری میں مشغول ہیں۔

یہ صورت حال اگر کسی ایک خطہ، کسی ایک طبقہ کے ساتھ خاص ہوتی تو اس پر قابو پانا ممکن تھا، لیکن یہاں یہ مسئلہ پورے ملک میں کسی سیلاب کسی طرح چل پڑا ہے، اور حالت یہ ہے کہ ملک ملک کی معاشی حالت ناگفتہ بہ ہورہی ہے کہ جس کی وجہ سے قائدین سلطنت کو متعدد بار تخفیف زر کا عمل دہرانا پڑا ہے، اس وقت ملک کا پورا وجود بیرونی قرضوں اور اس پر عائد ہونے والے سود سے بوجھل ہورہا ہے، اور ملک اپنے اندر اس کی ادائیگی کی قوت نہیں پارہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی مختلف میدانوں میں ناکامی وپسپائی نے ہندوستانی جمہوریت کو معرض خطر میں ڈالدیا ہے، حتی کہ قائدین ملک کو ہندوستانی ثقافت، رواداری، اہنسا، شخصی آزادی جیسے قدروں کی فکر لاحق ہوگئی ہے، ملک میں ایسی انتہا پسند تحریکوں کو فروغ ہورہا ہے جن کا مطمع نظر محض ایک تہذیب کے فروغ، ایک ثقافت کی بالادستی، ایک قانون اور ایک قومیت کی بالاتری ہے، اور اس کو وہ بزور بازو لوگوں سے تسلیم کرالینا چاہتی ہیں اور اپنی پوری طاقت وتوانائی، ساری دولت وثروت اور سارے وسائل کو اس کے حصول کے لیے قربان کردینا چاہتی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ عصبیت عصبیت کو جنم دیتی ہے، نہایت اندیشناک مسئلہ یہ ہے کہ ملک کی اکثریت میں عصبیت کا مزاج پیدا ہوگیا ہے، اور اس کے اثرات اس طبقہ میں سرائت کرگئے ہیں جو اقتدار پر متمکن ہے، اور ذرائع ابلاغ پر جس کا کنٹرول ہے، انصاف پسند قائدین میں اس سے پنجہ آزمائی کی تاب نہیں ہے، اسی عصبیت بے جانے متعدد عصبیتوں کو جنم دیا ہے، اس لیے کہ جب اقلیتوں اور پسماندہ طبقوں کے اندر احساس محرومی، مظلومی او رارکان سلطنت کی بے التفاتی کا شعور پیدا ہوگیا تو اسی احساس محرومی کو اساس بنا کر یکے بعد دیگرے موسمی لیڈر اٹھ کھڑے ہوئے، اور اس احساس کہتری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے جزیرہ نما مستقل حکومتوں کے قیام کا خاکہ پیش کرنے لگے، حریت ومساوات کا نعرہ دے کر قوموں کے سوئے ہوئے جذبات کو ابھار دیا، کانگریس جو آزادی ہند کے بعد سے برابر برسر اقتدار رہی وہ واحد سیاسی پارٹی ہے جس کی بنیاد ملکی سالمیت وقومی یکجہتی پر قائم ہے، اسی نے ملک وقوم کو یہ دستور دیا ہے، اس پارٹی کے چوٹی کے لیڈران میں گاندھی جی، جواہر لال نہرو، ابوالکلام آزاد، رفیع احمد قدوائی جیسے مقتدر سیاست داں ہیں جنہوں نے ملک کو سیاسی جمہوریت آپسی رواداری بھائی چارگی کا مزاج دیا تھا، اور ایک ایسے معاشرہ کا خاکہ پیش کیا تھا جس میں مختلف زبانوں، تہذیبوں اور ثقافتوں کی آمیزش ہولیکن بدقسمتی سے ادھر چند سالوں سے پارٹی میں میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوگئے ہیں جن کا ماضی علاحدگی پسند اور عصبیت کی علمبردار پارٹیوں سے وابستگی کی وجہ سے داغدار ہے، ایسے لوگ پارٹی پر چھاگئے ہیں، ان قائدین کے انتہا پسند متعصب جماعتوں سے رازدارانہ مراسم ہیں، جو پوری آزادی اور سرگرمی کے ساتھ پورے ملک میں دندناتے پھررہے ہیں، اور حکمراں پارٹی کے ان نظریات وافکار سے مسلسل چشم پوشی برت رہی ہے، اور اسی چشم پوشی سے یہ پارٹیاں ناجائز فائدہ اٹھارہی ہیں۔

جدید ہندوستان میں یہ مسئلہ سب سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ ہے، اور اس مسئلہ کو صرف اسی نہج پر حل کیا جاسکتا ہے جس نہج کو معماران ہند نے اپنے دور میں قائم کیا تھا، یہ حقیقت ہے کہ مایوسی اور مظلومی کا احساس ہی انقلاب برپا کرتا ہے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی قوم کا طویل زمانہ تک استحصال نہیں کیا جاسکتا ہے، یہ تمام مشکلات اور یہ سارا انتشار محض اس کوشش کا نتیجہ ہیں کہ اکثریت اور ہندو قومیت کے پردہ میں کسی ایک گروہ کی سیادت وقیادت کو تمام قوموں پر تھوپنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس گرتی ہوئی اقتصادی ساکھ او رکمزور دفاع اور ناخواندگی وافلاس پر قابو پانا ممکن ہے، جبکہ قوموں کے دل مستحکم ارادوں سے معمور ہوں اور یہ آہنی ارادہ اسی وقت تک باقی رہے گے جب تک پوری قوم اتحاد واتفاق کا پیکر ہو، اور اس قوم کا ہر ہر فرد اپنے انجام سے باخبر عزت نفس، قلبی سکون کی دولت سے بھی مالامال ہو، اور اپنی قومیت کی طرف انتساب اس کے لیے باعث فخر ہو، اس کی قیادت پر اس کا اعتماد ہو، ورنہ جدید ترین طاقت وروسائل بھی کسی ایسے ملک کو انتشار وافتراق سے بچا نہیں سکتے جس کے باشندوں میں باہمی اعتماد کا فقدان ہو، اور وہ ملک ترقی کے میدان میں پیچھے ہوتا چلا جائے گا۔

کامل اسلام مکمل سپردگی

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾(آل عمران: ۱۰۲)

اللہ تعالیٰ نے ہم کو دولت ایمان عطا فرمائی ہے، اور اسلام سے نوازا ہے تو ہم کو بھی چاہیے کہ ہم اسلام والے ایمان والے بن جائیں، اور اپنے اسلام اور ایمان کو آگے بڑھانے کوشش کریں، کیونکہ جو چیز آگے نہیں بڑھتی، وہ گھٹتی ہے، یہ قاعدہ ہے، دنیا میں کوئی چیز یکساں نہیں رہتی یا بڑھے گی یا گھٹے گی، سب جانتے ہیں کہ اگر پیسہ رکھے رہیں کہیں بھی بینک وغیرہ میں رکھیں تو خود بخود اس کی ویلیو کم ہوجاتی ہے یہ قاعدہ ہے، ایسے ہی ان چیزوں کا بھی معاملہ ہے کہ چھوڑنے پر کمی آتی چلی جائے گی اور گرد آجائے گی روز جھاڑنا پڑتا ہے اور اسی طرح ہر انسان کو اپنے کو ٹھیک کرنے کے لیے روز نہانا پڑتا ہے، روز دانت مانجھنے پڑتے ہیں آنکھ دھونی پڑتی ہے، اور پیر دھونے پڑتے ہیں، اور بال بنانے پڑتے ہیں، اگر کوئی اس چیز کو چھوڑ دے تو سوچو کچھ دنوں میں کیا ہوجائے گا؟ ایسے ہی اگر کوئی ہم میں سے اپنے ایمان کی فکر نہ کرے، اپنے عقیدہ کی فکر نہ کرے، اپنی عبادات کی فکر نہ کرے، اپنے معاملات کی فکر نہ کرے، اپنے تعلقات کی فکر نہ کرے، تو ان تمام چیزوں پر وہی گرد جم جاتی ہے، جو جسم پر جم جاتی ہے، اور اس طرح جم جاتی ہے کہ وہ حال ہوتا ہے جو ہمارے برادران وطن کا ہے کہ شرک میں ڈوبے ہوئے جو دنیا کی سب سے ناپاک خطرناک گھناؤنی چیز ہے، جس کا لفظ نکالنے ہی سے بدن میں جھنجنی آجائے اسی لیے جو پاک جگہیں ہوتی ہیں، ان کو شرک والوں سے بچایا جاتا ہے، اسی لیے قرآن شریف میں کہا گیا ہے ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾(التوبة:۲۸) اور حرم پاک ہے، پاک ہے تو نجس وہاں نہیں جاسکتے۔

باطن کی جانچ کرتے رہیں: سب سے بڑی ناپاکی اور پلیدی وہ عقیدہ کی خرابی ہے، اور مسلمانوں میں آج کل یہ دس کلو دودھ میں دو سو گرام پیشاب کے قطرے کی طرح سے آچکا ہے، اسی لیے یہ قطرہ خطرہ کی گھنٹی ہے، بالکل خالص ہونا چاہیے عقیدہ، معاملات بھی، کیونکہ وہاں تو سوالڈ مال چاہیے، ملاوٹ والا نہیں، اور یہ رہے گا اسی وقت جب ہم چیک کریں، جیسے ہر وقت اپنے آپ کو ہم چیک کرتے ہیں، نوجوانوں کو دیکھئے حالانکہ آپ نے زیادہ کرنے سے منع فرمایا ہے "نهى عن كثير الترجل الا غبا"، (المعجم الكبير للطبراني) کہ مبالغہ کسی چیز میں نہیں ہونا چاہیے، لیکن اندر کی جو چیزیں ہیں ان کی فکر ہم کو کیوں نہیں ہے، تا کہ اس اعتبار سے بھی ہم اچھے لگیں اندر تو باہر سے زیادہ بنانا چاہیے، اسی لیے کہا گیا ہے ولا تموتن الا وأنتم مسلمون کہ بار بار تھوڑا تھوڑا اپنے کو ٹھیک کرتے رہو، کیونکہ ایک دم سے کوئی بدل جائے یہ مشکل ہے، تدریج ہے ہر چیز میں، اسی کا نام ہے اصلاح۔

اصلاح ضروری ہے: ہر شخص کو اصلاح کرنی چاہیے، اور جو ہے اس کو ٹھیک کرتے رہنا چاہیے، تا کہ وہ چمکتی رہے، دمکتی رہے، مہکتی رہے، چہکتی رہے، دوسرے بھی محسوس کریں تو جس طرح کوئی اپنے کو نہ سنوارے تو بھوت کی صورت ہوجاتی ہے لڑکے بھی اس سے بھاگتے ہیں ایسے ہی جو سیرت کی فکر نہیں کرتا اس کے پاس سے بھی لوگ بھاگنے لگتے ہیں، تکبر میں مبتلا ہوجائے دوسروں کی تحقیر کرنے والا ہوجائے، گالی دینے والا ہوجائے کسی کی زمین ہڑپ کرنے والا بن جائے، کسی کی دوکان پر قبضہ کرنے والا بن جائے، رشوت خور بن جائے سود خور بن جائے، دوسروں کے حقوق کو ہضم کرنے والا بن جائے، اور اس طرح کے جتنے معاشرتی مسائل ہیں ان میں نہایت گندا ہوجائے تو لوگ اس سے بھاگنے لگتے ہیں، حالانکہ بڑا خوبصورت ہے لیکن بس صورت ہمیں حالت بمپرس، تو ایسے میں ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم سب چیزوں کو خالص کرتے چلے جائیں۔

ریا اور حسد سے دور رہو: آج کل دو باتیں ہوگئی ہیں ایک تو ریا جو پرانا مرض ہے اور ملاوٹ ریا کی ہے اب اگر یہ نہیں ہے تو نماز ہماری کیسی ہی ہو اللہ قبول کرلیں گے لیکن آج کل ریا کے ساتھ لوگوں نے اس کو یوگا بھی بنا دیا ہے یہ بھی مسئلہ ہے، کہ نماز تو پڑھ رہے ہیں لیکن اللہ کے سامنے سر جھکانے کتنے آرہے ہیں؟ نہیں

معلوم، بلکہ آنا تو اس طرح سے چاہیے تھا کہ مسجد میں قدم رکھتے ہی کہتے "بسم الله والسلام على رسول الله اللهم افتح لي ابواب رحمتك"، کہ رحمت کے دروازے اللہ کھول دیجئے، اگر بند ہوں گے تو ظاہر ہے کہ وسوسے آئیں گے، لیکن نیت ہی نہ ہو تو کیا؟ یہ سب علاج ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اسی طرح حسد ہے، اس کے بہت سے علاج بیان کرتے ہیں، اکابر وصوفیاء وغیرہ کہ کیسے دور ہوگا؟ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو ہر شخص میں ہوتی ہیں، حسد، ظن، طیرہ، یعنی شگون لینا، تو جب علاج پوچھا اب دیکھئے علاج نبوی اللہ اکبر! آپ نے فرمایا: اذا حسدت فلا تتبع (کنز العمال) اگر حسد ہو تو اس پر ظلم نہ کرو، اس کے خلاف تمہاری طرف سے کوئی کاروائی نہیں ہونی چاہیے، نہ زبانی نہ عملی، یہ علاج ہے، اب غور کریں کہ حسد جو ہے یہ گندگی ہے، بدگمانی بھی گندگی ہے، اور ہر زمین کی ایک کھاد ہوتی ہے، اور انسان بھی مٹی کا بنا ہوا ہے اور اس کے اندر دل وغیرہ سب مٹی کا ہے، تو اس کے دل کو بھی کھاد کی ضرورت ہے، اور وہ حسد بدگمانی اور شگون لینا، یہ دل کی کھاد ہے، اور کھاد اوپر نہیں رکھی جاتی، ورنہ بدبو پھیلے گی، اور اگر اندر گئی تو پھول کھلائے گی، اب دیکھئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر غیر معمولی علاج بتایا، دل پر گزر تو جائے گی جب آپ کچھ کہیں گے ہی نہیں، لیکن یہ چیز ہمارے لیے باعث خیر و برکت بن جائے گی۔

عبادات بھی خالص کیجئے: ایسے ہی ہمارے معاملات بھی خالص ہونا چاہیے، اس میں عبادات میں کوئی اور چیز شامل نہ ہو، اور اگر زیادہ آج کل کوئی جسمانی نماز کے فائدے پڑھے گا تو اس کے ذہن میں وہی رہے گا بس یہ سب کچھ نہیں صرف اللہ کے لیے پڑھنا ہے، یاد رکھیں عبادات کو خالص رکھیں ملاوٹ نہ ہو، تو دنیوی نفع بھی مل جائے گا، اور اس کے علاوہ اور آپ دیکھیں کہ نکاح میں رسم و رواج کی ملاوٹ نہ ہو، اور بے جا ریا کی ملاوٹ نہ ہو، تو نکاح بہت عمدہ ہوگا اور برکت والا بن جائے گا، اور عبادت بن جائے گی۔

کل مسلمان مکمل اسلام چاہیے: اب اسی طرح سے کہا گیا ہے کہ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو چکے ہو اور مسلم کیسے؟ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً﴾ (البقرۃ: ۲۰۸) کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، اور سِلم کا لفظ غیر معمولی ہے مطلب ہے کہ اللہ سے ایسا معاملہ کرلو، کہ ذرہ برابر بھی تمہارے اندر احکامات الٰہی کے خلاف تعلیمات الٰہی کے خلاف اتنا بھی تردد نہیں آنا چاہیے، یعنی صلح ہو جائے کہ جو حکم ہے، اس کو بجالانا ہے، اور سارے مسلمانوں سے کہا جارہا ہے، کہ نہ اسلام آدھا اور نہ مسلمان آدھے، لیکن آج کل دونوں چیزیں آدھی، ادھوری، حالانکہ دونوں طرف سے سو فیصد ہونا چاہیے۔

اب داخل کیسے ہو؟ وہ آہستہ آہستہ ہونا پڑے گا جیسے آدمی مسجد میں داخل ہوا اور آگے بڑھا یہاں تک کہ منبر پر پہنچ گیا، معلوم ہوا اس طرح آہستہ آہستہ بڑھو تا کہ اسلام کامل میں داخل ہو جاؤ، یہ ہے وأنتم مسلمون، یعنی ایسی سراپا اسلام کی تصویر بن جائیں کہ لوگ دیکھ کر سمجھیں کہ اسلام آرہا ہے، یہ نہیں کہ عبدالرحمٰن آرہا ہے، نہیں اسلام آرہا ہے، زبان میں ہماری سچائی ہو، تعلقات ہمارے اچھے ہوں، اچھی بنیادوں پر ہوں، تجارت میں جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو، یہ چیزیں جب بالکل صحیح ہوں گی تو اب یہ مسلمان آرہا ہے۔

اور یہ قاعدہ ہر چیز میں ہے، کہ ہر چیز کو آہستہ آہستہ ٹھیک کرو، یہاں اصلاً یہی بات کہی گئی ہے، اور یہ ان کی رحمت ہے جو بتا دیا، ورنہ ہمارے اندر و باہر اتنی گندگیاں ہیں کہ ان کو وہ دور کرتے رہتے ہیں، جیسے میں نے کھاد والا مسئلہ بتایا تو ایسے ہی اللہ نے کہا ہے اس کو تم اپنی کھاد بنالینا، فضا میں بدبو نہ پھیلے، ورنہ معاشرہ پورا خراب ہو جائے گا، حسد کے مرض سے، اسی لیے آتا ہے حسد ایسے ہی کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے اور یہ بھی عجیب نظام ہے کوئی بھی یہ دعوی نہیں کر سکتا ہم میں سے، کہ مجھے اپنے کو بنانے کی ضرورت نہیں پڑتی، چاہے کتنا بڑا عالم ہو، ہر ایک کو سر سے لے کر پیر تک ٹھیک کرنا پڑتا ہے، تو ایسے ہی اندر بھی سب کو عقیدہ کی فکر ہونی چاہیے، یاد رکھیں اس کے بغیر جنت میں داخل ہو ہی نہیں سکتے، یہ کنجی ہے۔

اولاد کے عقیدہ کی فکر کیجئے: حضرت یعقوب علیہ السلام کے قصہ سے بھی معلوم ہوا کہ جو جتنا نبی کے قریب ہوگا اتنی ہی اس کو عقیدہ کی فکر ہوگی، تو ایسے ہی ہم میں سے ہر شخص کو اپنی اولاد کی فکر ہونی چاہیے، کہ کیا پڑھ رہا ہے؟ اور کہاں

پڑھ رہا ہے؟ آج پورے ہندوستان کا جائزہ لیں معلوم ہوگا کس طرح لوگ اپنے بچوں کا عقیدہ داؤ پر لگائے ہوئے ہیں، بڑے بڑے پیسے والے بھی اپنے بچوں کو جہنم میں ڈالنے کی پوری فکر میں ہیں، اور اسی طرح سے تعلقات کو بھی استوار کرنا چاہیے، اس کا بھی پورا باب ہے گھر سے لے کر باہر تک، اور برادران وطن تک، سب سے تعلق کی نوعیتیں الگ الگ ہیں، ان سب کو جاننا اور اسی کے مطابق عمل کرنا ہے، تب اعتدال ہوتا ہے، یہ نہیں کہ جن کے حقوق ہیں انہی کو پریشان کررہے ہیں، جو آج کل معاملات ہوتے ہیں، تو اولاد کو سب دیکھتے رہنا چاہیے، ورنہ شکایت ہوتی ہے کہ لڑکا نالائق ہے، حالانکہ خود ہی اس کو بگاڑتے ہیں، باپ کا بھی کچھ حق ہے، اور بیٹے کا بھی سب کو ادا کرنے کی ضرورت ہے، تو یہ تعلقات کی نوعیتیں ہیں اور پورا دین اسی سب کا نام ہے، لیکن ہم لوگوں نے بس ایک حصہ لے لیا، اور باقی سب چھوڑ دیا یہ صحیح نہیں ہے۔

پریشانیوں کا حل خالص دین میں ہے: اب لوگ آتے ہیں پریشانی بتاتے ہیں، حالانکہ زکاۃ نکالتے نہیں، تو یہی سب مسائل ہیں جس کی وجہ سے دنیا پریشان ہے، تو اگر ہم لوگ صحیح دین پر عمل کرنے والے بن جائیں، تو ہماری اکثر پریشانیاں خود بخود دور ہوجائیں گی، سارے حالات درست ہوجائیں گے کیونکہ نالائقیوں کی وجہ سے ہمارے یہ سب ہورہا ہے، اور ظاہر ہے کہ گاڑی کے پرزے ہٹتے ہیں تو وہ پر گڑبڑ کرے گی وہی حال ہمارا ہے، اور اسی لیے کہتے ہیں کہ تعویذ دے دو اور سب حل ہوجائے، نہ نماز نہ روزہ، نہ سب کچھ، بس اس بگاڑ سے کام چل جائے، یہ نہیں، بلکہ پہلے پوری مشین درست کرو، اس کے بعد ضرورت ہو تو کرسکتے ہیں، تو ٹھیک کہاں سے ہوسکتا ہے؟ تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بغیر ملاوٹ والا دین اللہ کے حضور پیش کریں، اور اس کے بعد ہماری جو کمزوریاں ہیں ظاہر ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ خود اس کو ٹھیک فرمادے گا، لیکن ملاوٹ والا کام نہیں چلے گا، البتہ دودھ ہی لائے چاہے کمزور بھینس ہی کا صحیح لیکن ملاوٹ نہیں ہے، تو چل جائے گا کام، ٹھیک ہے لے تو آؤ، اور یہی معاملہ عبادات وتعلقات کا بھی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ بھی عطا فرمائے، اور اسلام کامل کی دولت بھی عطا فرمائے۔

بقیہ: جمہوریت **اپنے حقیقی روپ میں**

......لیکن ارباب حل وعقد اور وسائل اسباب کے مالک ہونے کی وجہ سے اس کا بھی کامیاب علاج ان کے پاس موجود رہتا یہی حضرات الیکشن کرتے ہیں الیکشن کی نگرانی بھی انہیں کے سپرد رہتی ہے، وسائل نشر واشاعت کے بھی اصل ذمہ دار اور مالک بننے کا شرف انہیں کو حاصل رہتا ہے، لہٰذا ان تمام چیزوں سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی خاص جمہوریت ہی کو نافذ کرتے ہیں۔

اس وقت عام طور پر دنیاوی ظلم وجور اور استحصال مزاج کے خطوط پر ہی جمہوریت کی گاڑی چل رہی ہے، اور لطف یہ ہے کہ ہر جگہ اس جمہوریت کے ظاہری حصہ پر مساوات کا خوبصورت غلاف چڑھا ہوا ہے، نتیجتاً غریبوں اور کمزوروں کی سابقہ حالت میں ذرا بھی فرق نہیں آپاتا، اور بدستور کمزور غریب ہی رہتے ہیں، آخر اس بے راہ روی اور بے اصولی کا کیا سبب ہے؟ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ نفس انسانی نے تو پہلے مساوات ویکجہتی اور غم خواری وہمدردی کے جذبات اپنے اندر پیدا نہیں کیے اور نہ تو انسان کے ساتھ انسان کی طرح معاملہ اور سلوک کرنا ہی سیکھا خود غرضی استحصال کے شوق اور مفاد پرستی کے جراثیم مارے نہیں گیے، اور جمہوریت کی باگ سنبھال لی گئی۔

یاد رکھئے! کہ جب تک آپسی غمگساری کی روح بیدار نہیں کی جائے گی، اس وقت تک یہ پُر فریب شکلیں اور بے حقیقت صورتیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔

موجودہ جمہوریت کی ناکامی آج تمام لوگوں پر واضح ہوچکی ہے، اب جمہوریت صرف عصر حاضر کا ایک فیشن بن گیا ہے، جس کی مختلف شکلیں دنیا کے مختلف خطوں میں پائی جاتی ہیں، جن کے پیچھے قوم کو دھوکہ دینے اور ان پر اپنی حکمرانی اور تسلط قائم رکھنے کا مقصد کارفرما ہوتا ہے، اقبال نے بہت پہلے کہا تھا اور اب برسہا برس کے تجربے نے بھی آئینہ حقیقت نما کی طرح ثابت کردیا ہے کہ ؎

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری

گزشتہ سے پیوستہ

اسلامی عقائد
قرآن وحدیث کی روشنی میں

بلال عبدالحی حسنی ندوی

دعا: دعا بھی خالص عبادت کا عمل ہے اور اللہ کے ساتھ خاص ہے، اگر کسی اور سے دعا کی جاتی ہے تو یہ شرک ہے، اس سے قبل آیت میں صاف صاف گزر چکا ہے کہ ﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا﴾ (بس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو)، آیت میں یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ اگر کوئی اللہ ہی سے دعا کرتا ہے، ضرورت کے وقت اس کو پکارتا ہے مگر کبھی کبھی کسی نبی یا ولی کو بھی اس میں شریک کر لیتا ہے اور ان سے دعا کرنے لگتا ہے تو یہ بھی شرک ہے اور اللہ نے اس سے بھی منع فرمایا۔

موجودہ زمانہ کے مشرکانہ اعمال میں یہ عمل بھی ہے کہ لوگ قبروں کے پاس جا کر ان سے دعائیں کرتے ہیں، کسی صاحب قبر سے اولاد مانگتے ہیں، کسی سے روزی مانگتے اور اپنی دوسری ضرورتیں مانگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا کام بنا دیں گے، یہ سب مشرکانہ کام ہیں، بہت سے لوگ رسول اللہ ﷺ سے دعائیں کرتے ہیں اور آپ کو ''قاضی الحاجات'' سمجھتے ہیں، یہ بھی شرک کا عمل ہے، دعا ان اعمال میں سے ہے جو خالص اللہ کے لیے ہیں، متعدد آیتوں میں اللہ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ دعا صرف اسی سے مانگو، ضرورت کے وقت صرف اسی کو پکارو، ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ﴾ (یونس:۱۰۶) (اور اللہ کے علاوہ کسی کو بھی مت پکارو جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے)۔

ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ☆إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (فاطر:۱۳-۱۴) (اور جن کو تم اس کے علاوہ پکارتے ہو وہ؟ گٹھلی کے ایک روئیں کے بھی مالک نہیں، اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعا سن نہیں سکتے اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری بات پوری نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن وہ خود تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور آپ کو اس بتانے والے کی طرح کوئی بتا نہیں سکتا)۔

جن اولیاء اللہ سے یا نبیوں سے دعائیں کی گئیں اول تو وہ ضرورت پوری نہیں کر سکتے، دوسرے وہ قیامت میں دعا کرنے والوں سے بیزاری ظاہر کریں گے کہ یہ سب ان کی خودساختہ باتیں ہیں ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں دیا تھا۔

ایک جگہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللّٰهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾ (احقاف:۵) (اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکارے جو قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکیں اور اس کی پکار کا ان کو پتہ ہی نہ ہو)۔

حاصل یہ ہے کہ دعا کسی سے نہیں کی جا سکتی سوائے اللہ کے اور اگر کسی دوسرے سے دعا کی جائے گی تو یہ شرک ہے، ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے یہاں تک فرمایا: ''فليسأل احدكم ربه حاجته كلها حتىٰ شسع نعله إذا انقطع'' (تم میں سے ہر ایک اپنی ہر ضرورت اللہ سے مانگے یہاں تک کہ اگر جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا سے مانگے)۔

دین ودنیا کی کوئی چھوٹی بڑی ضرورت ہو وہ اللہ ہی سے مانگی جائے، اسی سے دعا کی جائے، کسی کے بارے میں یہ سمجھنا کہ یہ عالم غیب ہے، ہماری ضرورت پوری کر دیں گے، یہ شرک ہے، البتہ بزرگوں سے دعا کرانے کی نہ صرف یہ کہ اجازت ہے بلکہ اس کو بہتر قرار دیا گیا ہے، لیکن یہاں بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بھی صرف دعا کرتے ہیں، اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے وہ مقرب بندے ہوتے ہیں، اس لیے اللہ کی رحمت خاصہ متوجہ ہوتی ہے اور ان کی زیادہ تر دعائیں قبول ہوتی ہیں مگر یہ سمجھنا کہ ان کی دعا اللہ تعالیٰ رد کر ہی نہیں سکتا، یہ بھی مشرکانہ عقیدہ ہے، رسول مقبول ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا، آپ ﷺ چاہتے تھے کہ ابوطالب اسلام قبول کر لیں مگر اللہ کا فیصلہ یہ نہیں تھا تو وہ آپ کی چاہت اور دعا کے باوجود اسلام نہیں لائے اور اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ﴾ (قصص:۵۶) (آپ جس کو چاہیں اس کو ہدایت نہیں دے سکتے، ہاں اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)

چیزوں کے پاک کرنے کے شرعی طریقے

مفتی راشد حسین ندوی

اسلامی شریعت نے زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ہدایات دی ہیں اور طہارت کو تو حدیث شریف میں نصف ایمان قرار دیا گیا ہے، بھلا اس کے متعلق احکام کیوں نہیں بیان کئے جائیں گے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے پاکی حاصل کرنے کا طریقہ تفصیل سے سمجھایا ہے، استنجاء کرتے وقت تین ڈھیلوں کے استعمال کا حکم دیا، پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی تاکید کی، اور فرمایا: ''پیشاب سے بچو، اس لیے کہ زیادہ تر عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے''، نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھال کی دباغت کرلی جائے تو پاک ہوجاتی ہے، اسی طرح فرمایا: کہ اگر تم میں سے کوئی جوتے سے نجاست کو روند دے تو مٹی (رگڑ دینا) اس کے لیے پاکی کا ذریعہ ہوجاتی ہے۔ (ابوداؤد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مختلف اشیاء کے پاک کرنے کا طریقہ الگ ہوتا ہے اور صرف دھونا ہی ایک متعین طریقہ نہیں ہے اور بھی کئی طریقوں سے پاکی حاصل کی جاسکتی ہے اسی لیے حضرات فقہاء نے ان احادیث کی بنیاد پر پاکی حاصل کرنے کے طریقے تفصیل سے بیان فرمائے ہیں، ہم کچھ اہم اور ضروری چیزوں کا طریقہ تطہیر (پاکی حاصل کرنے کا طریقہ) ذیل میں درج کررہے ہیں۔

نجاست مرئیہ پاک کرنے کا طریقہ

اگر کپڑے یا جسم میں نجاست مرئیہ (ایسی نجاست جو خشک ہونے کے بعد بھی دکھائی دیتی ہے) لگ جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پانی وغیرہ سے اس نجاست کا ازالہ کردیا جائے، اگر ایک دفعہ دھونے سے نجاست کا ازالہ ہوجائے تو پاکی حاصل ہوجائے گی، اور اگر ایک دفعہ میں ازالہ نہ ہو تو اس کو اتنی بار دھوئے کہ نجاست زائل ہوجائے، صرف تین بار دھونے سے پاکی حاصل نہیں ہوگی، البتہ اگر نجاست خون کے مثل کوئی ایسی چیز ہے جس کا اثر رنگ وغیرہ زائل نہیں ہوا جب کہ اصل نجاست زائل ہوگئی ہے تو اس اثر کو زائل کرنے کے لیے صابون وغیرہ کا استعمال کرنا ضروری نہیں ہے، اس اثر کے باوجود کپڑا پاک سمجھا جائے گا۔ (ھندیہ: ۴۱-۴۲)

نجاست غیر مرئیہ پاک کرنے کا طریقہ

اگر پیشاب اور اس طرح کی کوئی ایسی نجاست لگ گئی جو خشک ہونے کے بعد نظر نہیں آتی ہے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو تین بار دھویا جائے، اور اگر ممکن ہو تو ہر بار اس کو نچوڑا جائے، اور تیسری بار نچوڑتے وقت جتنی زور سے نچوڑ سکتا ہو نچوڑے، کپڑا پاک ہوجائیگا، زیادہ طاقت لگا سکتا تھا لیکن کوتاہی کی تو کپڑا پاک نہیں ہوگا۔ (ھندیہ: ۱-۴۲)

جن چیزوں کو نچوڑنا ممکن نہ ہو

رہیں وہ چیزیں جن کا نچوڑنا ممکن نہیں ہوتا مثلاً کارپیٹ قالین یا موٹا بستر وغیرہ تو اگر یہ چیزیں ناپاک ہوجائیں تو ان کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو تین بار دھویا جائے، اور ہر مرتبہ دھونے کے بعد اتنی دیر چھوڑ دیا جائے کہ اس سے پانی ٹپکنا بند ہوجائے خشک ہونا ضروری نہیں ہے، تین مرتبہ ایسا کرنے سے اس طرح کی چیزیں پاک ہوجائیں گی۔ (ھندیہ: ۱-۴۲)

زمین پاک کرنے کا طریقہ

اگر زمین ناپاک ہوجائے تو اس کو پاک کرنے کے کئی طریقے بیان کئے گئے ہیں:

(۱) ایک طریقہ یہ ہے کہ زمین اگر پیشاب جیسی کسی نجاست سے ناپاک ہوگئی ہے تو اس کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ خشک ہوجائے تو زمین اس معنی میں پاک ہوجائے گی کہ اس پر بغیر کوئی چیز بچھائے بھی نماز پڑھنا صحیح ہوگا، لیکن اس مٹی سے تیمّم کرنا درست نہیں ہوگا (شامی: ۱/۲۲۷-۲۲۸)

زمین پاک کرنے کا یہ طریقہ احادیث سے ثابت ہے، چنانچہ ابوداؤد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے زمانے تین رات مسجد میں گذارتا تھا اور میں نوجوان تھا، اور کتے مسجد میں پیشاب کرتے اور آتے جاتے تھے تو لوگ اس پر پانی وغیرہ کا چھڑکاؤ نہیں کرتے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشاب خشک ہوجانے کو کافی سمجھا جاتا تھا۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پانی ڈال کر اس کو پاک کیا جائے، یہ طریقہ بھی احادیث سے ثابت ہے، ایک اعرابی ایک مرتبہ مسجد نبوی آئے اور ناواقفیت کے سبب مسجد میں ہی پیشاب کرنے لگے، صحابہ کرام نے ان کو ڈانٹنا شروع کر دیا لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کو پیشاب کر لینے دو پھر جب وہ فارغ ہوئے تو آپ نے حکم دیا کہ اس پیشاب پر ایک ڈول پانی ڈال دو۔ (متفق علیہ)

اگر پانی ڈال کر پاک کرنے کا ارادہ ہے تو نرم اور مٹی والی زمین میں طریقہ یہ ہے کہ اس پر تین بار پانی ڈالا جائے، یا ایک بار کئی بالٹی یا ڈول وغیرہ سے بڑی مقدار ڈال دی جائے، اب جب پانی زمین میں جذب ہو جائے گا تو پاک ہو جائے گی، اور اگر زمین پتھریلی ہو یا پکا فرش ہو کہ پانی جذب نہیں ہو سکتا تو تین بار یا شدت سے ایک بار پانی ڈال کر کسی وائپر وغیرہ سے اس کو جذب کر لیا جائے یا کپڑے سے پوچھ لیا جائے تو زمین پاک ہو جائے گی۔

(شامی: ۱/۲۲۷، ھندیہ: ۱/۴۳)

(۳) اگر کھودنا ممکن ہو تو جس حصے پر نجاست لگی ہے اس کو کھود کر علاحدہ کر دیا جائے زمین فوری طور پر پاک ہو جائے گی، اسی طرح اگر زمین کے ناپاک حصے کو کھود کر اوپر والے حصے کو نیچے کر دیا جائے تب بھی زمین فوری طور پر پاک ہو جائے گی۔ (شامی: ۱/۳۰۳)

اگر زمین سوکھنے کے سبب پاک قرار دی گئی، پھر وہ پانی وغیرہ کے پڑنے سے تر ہو گئی تو اس کو ناپاک نہیں قرار دیا جائیگا، اور اگر اس زمین پر پڑے ہوئے پانی کی چھینٹیں کپڑے یا بدن پر لگ جائیں تو ناپاک نہیں ہوگا (ھندیہ: ۱/۴۴)

جوتے اور خف کو پاک کرنے کا طریقہ

جوتے چپل پہن کر زمین پر پیر رکھنا ہوتا ہے اس لیے اس میں نجاست لگ جانے کا بہت زیادہ احتمال ہوتا ہے، اسی لیے شریعت نے اس میں آسانی کے پہلو کو ملحوظ رکھا اور حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ''اگر تم میں سے کوئی اپنے جوتے سے نجاست کو روند دے تو مٹی اس کے لیے پاک کر دینے والی ہے'' (ابوداؤد، ابن ماجہ) البتہ یہ حکم صرف ان نجاستوں کے لیے ہے جن کو رگڑ کر زائل کیا جا سکتا ہے، جیسے گوبر لید پاخانہ وغیرہ، صحیح قول کے مطابق اس طرح کی چیزیں خواہ خشک ہوں یا تر ہوں مٹی پر اچھی طرح رگڑ دے تو پاک ہو جائیں گی، لیکن اگر پیشاب یا شراب جیسی کوئی نجاست چپل یا جوتے یا خف میں لگ جائے تو تین مرتبہ دھوئے بغیر پاکی حاصل نہیں ہوگی، یہ بھی خیال رہے کہ مندرجہ بالا تفصیلات اس چپل جوتے یا خف کے لیے ہیں جو چمڑے یا چمڑے جیسی چیز مثلاً ریگزین کی ہوں اگر یہ چیزیں کپڑے کی یا اس جیسی اشیاء کی ہوں تو کپڑے ہی کے مثل ان کا دھونا ضروری ہوگا۔

(ھندیہ: ۱/۴۴، شامی: ۱/۲۲۶ تا ۲۲۷)

دھوبی یا ڈرائی کلین میں دھلے ہوئے کپڑے کا حکم

جس دھوبی کو کپڑا دیا ہے اگر وہ اس کی دھلائی کسی تالاب جھیل یا دریا وغیرہ میں کرتا ہے تو اس کا دھویا ہوا ہر طرح کا کپڑا پاک ہو جائیگا، اگر وہ چھوٹے گھڑے میں ہر طرح کا کپڑا ڈال کر دھوتا ہے تو جو کپڑے اس کو دئے گئے اگر پہلے سے پاک تھے تو دھلائی کے بعد بھی پاک ہوں گے، اور جو کپڑے پہلے ناپاک تھے وہ ناپاک رہیں گے اس لیے کہ شریعت کا اصول یہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا ''الیقین لا یزول بالشك'' لہٰذا کپڑا پہلے جس حالت میں تھا وہ ایک یقینی چیز ہے اور تبدیلی کے بارے میں شک ہے، لہٰذا دھلائی سے کپڑا جس حالت میں تھا اسی حالت میں مانا جائے گا، اور یہی تفصیلات ڈرائی کلین کی بھی رہیں گی۔ (احسن الفتاوی: ۲/۸۳)

ٹنکی پاک کرنے کا طریقہ

چھوٹے حوض یا پانی کی ٹنکیاں جو دہ در دہ ہوا گر ان میں نجاست گر جائے تو سب سے پہلے یہ کیا جائے کہ اگر نظر آنے والی نجاست ہے تو اس کو نکال دیا جائے، پھر اس میں ایک پائپ پانی نکالنے کے لیے اور دوسرا پانی داخل کرنے کے لیے ہے تو پانی نکالنے والا پائپ کھول دیا جائے اور دوسرے پائپ سے پانی چھوڑنا شروع کیا جائے، تو اس طرح یہ ہوگا کہ ایک پائپ سے پانی نکلے گا اور دوسرے پائپ سے پانی داخل ہوتا رہیگا اور سارا پانی پاک ہو جائیگا اور اگر ٹنکی اس طرح کی ہے کہ اس میں مسلسل پانی ایک پائپ سے گرتا رہتا ہے اور دوسرے سے مسلسل نکلتا رہتا ہے تو نجاست گرنے سے اس ٹنکی کا پانی ناپاک نہیں ہوگا الا یہ کہ رنگ بو مزہ میں فرق آجائے اسی طرح اگر یہ دہ در دہ جس کے طول وعرض

کا حاصل ضرب 225 فٹ یا 20.9 میٹر ہو) تب بھی نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوگا الا یہ کہ رنگ بو مزہ میں فرق آجائے۔ (ہندیہ: ۱/ ۱۷ تا ۱۸، احسن الفتاوی: ۲/ ۴۵)

ناپاک گیہوں اور آٹا پاک کرنے کا طریقہ

اگر گیہوں پر کوئی نجاست مثلاً پیشاب یا ناپاک پانی گر جائے اور اس کے پھولنے سے پہلے پتہ چل جائے تو تین بار پانی سے دھو لینے سے پاک ہو جائے گا لیکن اگر وہ نجاست کو جذب کر کے پھول جائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے پاک پانی میں اتنی دیر رکھا جائے کہ وہ پانی جذب کرلے پھر نکال کر اسے سکھالیا جائے تین بار اسی طرح کیا جائے تو پاک ہو جائیگا۔ (ہندیہ ۱/ ۴۲)

اور اگر آٹے میں کوئی تر نجس چیز گر گئی تو جہاں تک اس نجاست کا اثر پڑیگا وہ آٹا ناپاک ہو جائیگا، اور اس کو پاک کرنے کی کوئی شکل نہیں۔ (کتاب المسائل: ۱/ ۱۲۵، بحوالہ المحیط: ۱/ ۳۸۴)

کھال کو پاک کرنے کا طریقہ

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ہر وہ کھال جس کی دباغت کرلی جائے وہ پاک ہو جاتی ہے (مسلم) اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں آدمی اور خنزیر کے سواء بقیہ تمام جانوروں کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے، خواہ دباغت کسی کیمیکل یا نمک وغیرہ ڈال کر کرے یا کھال کو دھوپ میں اچھی طرح سکھلا کر، کھال پاک ہو جائے گی، اور اس پر نماز پڑھنا صحیح ہو جائیگا، یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب کھال کی رطوبتوں کو مٹی کے ذریعہ یا کھال کو ہوا میں ڈال کر دور کیا جائے۔ (ہندیہ: ۱/ ۲۵)

کپڑے کو منی سے پاک کرنا

کپڑے کو منی سے پاک کرنے کے سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو روایات مروی ہیں، ایک میں کپڑوں کے دھونے کا ذکر ہے (متفق علیہ) اور دوسری روایت میں اس کو کھرچنے کا ذکر ہے۔ (مسلم) اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ منی اگر تر ہو تو بغیر دھلے کپڑا پاک نہیں ہوگا، اور اگر خشک ہو تو دھو کر بھی پاک کیا جاسکتا ہے، اور اگر منی کو رگڑ کر اس کا ازالہ کیا جاسکتا ہے تو کھرچ کر بھی پاک کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر منی جسم میں لگ جائے تو بغیر دھوئے پاکی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ (ہندیہ: ۲/ ۴۴، شامی: ۱۱/ ۲۲۰)

الٰہی توبہ الٰہی توبہ

حکیم سید فخر الدین خیالیؒ

بڑھی ہے حد سے گناہ گاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
ہے ایسی شامت نے راہ ماری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
گنہ پہ نیت، زباں پہ جاری، الٰہی توبہ الٰہی توبہ

جو کہہ کے تکبیر ہاتھ باندھے تو سارے عالم کے قصے باندھے
کہا جو الحمد قل پہ پہنچے، پھر ایسی جلدی کی بات کہتے
نماز ہے کہ یہ چاند ماری، الٰہی توبہ الٰہی توبہ

ہزار میں اک نے روزہ رکھا، تو کاٹا بک جھک کے اپنا روزہ
خدا خدا کر کے چاند پورا ہوا تو گویا کہ بوجھ اتارا
یہ روزہ ہے یا کہ جان ماری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

کیا جو حج تو بغیر پوچھے ہیں سب سے اظہار اس کا کرتے
زکاۃ دیں تو ہیں کام لیتے، بنائیں مسجد تو کام کر کے
یہ جاں بگڑی ہے، اب ہماری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

پڑھیں کتابیں، گڑھیں مسائل ہوں فال گنڈوں پہ زر کے مائل
کبھی نجومی کے مت کے قائل کبھی سیانوں کی سمت مائل
ٹھگیں ہر اک کو وہ باری باری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

فقیر بن کر پہن کر جبے ہزار دانوں کے لے کے سجے
کیے ہیں لاکھوں مرید چیلے عمل سے لیکن آپ کورے
جہاں میں کیا ہے زور جاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

چھپا کے لیتے ہیں ادھار لیکن جو مانگے کوئی تو جاں کے دشمن
ملاپ دیکھیں جو دو میں دو دن تو فکر رنجش کریں بہر فن
گئی کہاں وہ جہاں سے یاری، الٰہی توبہ الٰہی توبہ

بکو گے کب تک تم اے خیالی کسی کے دل پر نہ ہوگا حالی
تم ہی نے طینت ہے کیا سنبھالی سپیدی آئی ہے طبع کالی
یہ فہم ودانش یہ خام کاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

انجیل برنا باس

ایک تعارف

مولانا عبد الرحیم الحسنی

آج جو کتابیں ''انجیل'' کے نام سے مشہور ہیں، ان سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح حیات ہے، جسے مختلف لوگوں نے قلم بند کیا ہے، لیکن عیسائی لوگوں نے ان بہت سی انجیلوں میں سے صرف چار انجیلوں ''متی، مرقس، لوقا، یوحنا'' کو فقط معتبر مانا ہے، ان انجیلوں میں ایک انجیل ہے جو برنا باس حواری کی طرف منسوب ہے لیکن عیسائی لوگ اس کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، انجیل برنا باس معروف اناجیل اربعہ سے بہت سی باتوں میں مختلف ہے لیکن چار اختلافات ایسے ہیں جنہیں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

۱-اس انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ''خدا اور خدا کا بیٹا'' ہونے کا صاف انکار کیا ہے۔

۲-اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ وہ ''مسیح یا مسیا'' جس کی بشارت عہد قدیم کے صحیفوں میں دی گئی ہے اس سے وہ مراد نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد محمد ﷺ ہیں، جو آخری زمانہ میں مبعوث ہوں گے۔

۳-برنا باس حواری کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو سولی نہیں دی گئی بلکہ ان کی جگہ ''یہوداہ اسکریوتی'' (ایک یہودی جو حضرت عیسیٰؑ کا پیچھا کر رہا تھا) کی صورت بدل دی گئی تھی اور اسی کو سولی پر چڑھا دیا گیا تھا، جب کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ نے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔

۴-اس انجیل برنا باس میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا رادہ کیا تھا وہ حضرت اسحاق علیہ السلام نہیں بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔

''انجیل برنا باس'' میں حضرت عیسیٰؑ نے حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دی ہے، ملاحظہ ہو:

حضرت عیسیٰ نے فرمایا: ''وہ جس کو مسیّا کہتے ہو وہ پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا اور جب میں نے اس کو دیکھا تو میں تسلی بھر کر کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ! اللہ تمہارے ساتھ ہو۔ شاگردوں نے جواب میں کہا: اے معلم! وہ آدمی کون ہے، جس کی نسبت تم یہ باتیں کہہ رہے ہو اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا؟ یسوع نے دلی خوشی کے ساتھ جواب دیا: بے شک وہ محمد رسول اللہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ نے اپنے بارے میں بھی فرمایا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرے بعد دنیا مجھ کو معبود سمجھے گی، جبکہ اللہ کے حضور میری جان کھڑی ہونے والی ہے اور بے شک میں بھی ایک فنا ہونے والا ہوں تمام انسانوں جیسا۔ (ص ۸۶)

قدیم عیسائی لٹریچر میں انجیل برنا باس کا ذکر گمشدہ کتاب کی حیثیت سے ملتا ہے، لیکن ۱۷۰۹ء میں شاہ پروشیا کے ایک مشیر کو جس کا نام کرومر تھا، ایمسٹرڈیم کے مقام پر کسی کتب خانے سے ایک کتاب ہاتھ لگی جو ''اطالوی'' زبان میں تھی اور اس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ برنا باس حواری کی لکھی ہوئی انجیل ہے، کرومر نے یہ نسخہ شہزادہ ''آیوجین سافومی'' کو تحفہ کے طور پر دے دیا، اس کے بعد یہ نسخہ ۱۷۳۸ء میں آسٹریا کے پایہ تخت ویانہپ کے شاہی کتب خانے میں منتقل ہو گیا اور آج تک وہیں ہے، اسی کا عربی میں ڈاکٹر خلیل سعادت مسیحی عالم نے ترجمہ کیا، علامہ سید رشید رضا مصری نے ایک مختصر مقدمہ کے ساتھ ۱۹۰۸ء میں مصر سے شائع کیا، یہ عربی ترجمہ ہندوستان پہنچا تو مولوی محمد حلیم انصاری ردولوی نے اس کا ترجمہ کیا جو ۱۹۱۶ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

انجیل برنا باس کی حقیقت اور اس کی اصلیت کی تحقیق کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ برنا باس کون ہیں؟ اور حواریوں میں ان کا کیا مقام ہے، لوقا کی کتاب ''اعمال'' میں ہے کہ ''اور یوسف نام کا ایک لاوی تھا، جس کا لقب رسولوں نے ''برنا باس'' یعنی ''نصیحت کا بیٹا'' رکھا اور جس کی پیدائش کپرس کی تھی، اس کا ایک کھیت تھا جسے اس نے بیچا اور قیمت لا کر رسولوں کے پاؤں میں رکھ دی۔ (اعمال: ۴، ۳۶، ۳۷) اس سے ایک بات تو معلوم ہوئی کہ برنا باس حواریوں میں بلند مقام کے حامل تھے اور حواری ان کو برنا باس یعنی نصیحت کا بیٹا کے نام سے پکارتے تھے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ برنا باس نے خدا کی رضا جوئی کی خاطر اپنی ساری دنیوی پونجی تبلیغی مقاصد کے لیے صرف کر دی تھی۔'' (اعمال: ۱۱، ۳۰، ۱۲، ۲۵، ابواب: ۱۳-۱۵)

ہندستانی مسلمانوں کی آزمائشیں

مولانا اسرار الحق قاسمی

اس دور میں یوں تو ہر قوم اور ہر طبقہ بے پناہ مسائل میں گھرا ہوا ہے، لیکن ملت اسلامیہ دیگر اقوام وملل کے مقابلے میں زیادہ مسائل میں گھری ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ مسلمان صرف کسی ایک ملک میں مسائل سے دو چار نہیں ہیں بلکہ تقریباً تمام ملکوں میں وہ مسائل کے شکار ہیں، جب کہ مسلمانوں کو دیگر تمام اقوام و ملل کے مقابلے میں مسائل میں کم گرفتار ہونا چاہیے تھا کیونکہ وہ جس دین کے ماننے والے ہیں وہ مسائل سے نجات پانے کے لیے بہترین اور جامع تعلیمات پیش کرتا ہے، اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے ماننے والوں کی بہترین رہنمائی کرتا ہے، وہ ایسے اصول بتاتا ہے جس پر چل کر انسان کی کامیابی دو جہاں میں یقینی ہے، مگر اس کے باوجود ہمیں نظر آتا ہے کہ دنیا میں مسلمان پریشانی سے دو چار ہیں، ذلت و رسوائی کا سامنا کر رہے ہیں، دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے ماننے والے تو ہیں لیکن اسلامی تعلیمات پر بہت سے مسلمانوں کا عمل نہیں ہے، ظاہر سی بات ہے کہ جب وہ اسلام کی تعلیمات پر عمل نہیں کریں گے تو زندگی کے مختلف شعبوں میں انہیں کامیابی کیسے ملے گی؟ یہی وہ راز ہے جس کے سبب مسلمان پریشانی سے دو چار ہیں، مسائل میں گھرے ہوئے ہیں، زوال پذیر ہیں۔

عام طور سے ایسا نظر آرہا ہے کہ جس طرح دیگر طبقات و اقوام زندگی گزار رہے ہیں، اسی طرح مسلمان بھی زندگی گزار رہے ہیں، مثال کے طور پر دور حاضر میں مادی ترقی کو ترقی سمجھا جا رہا ہے تو مسلمان بھی مادیت کے حصول کو ترقی خیال کر رہے ہیں، اس لیے سارا زور اپنی معاشیات کے استحکام میں لگائے ہوئے ہیں، معاشیات پر ساری توجہ دینے کی وجہ سے زندگی غیر متوازن ہو کر رہ گئی ہے، زندگی کے دوسرے شعبے جیسے اخلاق، معاشرت، تہذیب، تعلیم، دین و مذہب، اقدار سے یا تو آج کے انسان کا رشتہ بالکل ٹوٹ گیا ہے یا پھر برائے نام رہ گیا ہے، دراصل معاشیات کو زندگی کا مطمح نظر سمجھ لینے کے باعث آج کے انسان کا سارا جھکاؤ مادیت کی طرف ہو گیا اور اس کی توجہ زندگی کے دیگر شعبوں وتقاضوں سے ہٹ گئی۔

یہ بڑی افسوسناک بات ہے کہ دولت کمانے کے لیے جائز و ناجائز طریقوں کے درمیان کوئی فرق ہی محسوس نہیں کیا جا رہا ہے، نہ سودی لین دین کا خیال کیا جا رہا ہے نہ جھوٹ بولنے سے پرہیز کیا جا رہا ہے، نہ عہد وعدہ کا پاس کیا جا رہا ہے، بس آج کل تو دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ جیسے بھی ہو، لوگ پیسہ کمانا شروع کر دیتے ہیں، اس صورت حال نے انسان کو انسانی تقاضوں کے احساس سے محروم کر دیا، یہاں تک کہ انسانی زندگی کے وہ شعبے جن کا تعلق خالص خدمت خلق سے تھا، ان کو بھی دولت کمانے کا ذریعہ بنالیا گیا، مثلاً تعلیم جو انسانی زندگی کے لیے ناگزیر ہے اور جس کے ذریعہ نہ صرف انسان کو زندگی گزارنے کی روشنی حاصل ہوتی ہے، بلکہ اس کے واسطے سے انسان کی خفیہ صلاحیتیں کو بھی جلا ملتی ہے، اسے بھی ایک صنعت بنالیا گیا، چنانچہ آج تعلیم کے ذریعہ موٹی موٹی رقمیں کمائی جا رہی ہیں، جب کہ چند صدیوں قبل تعلیم برائے تجارت نہ تھی بلکہ برائے خدمت تھی، جو لوگ تعلیم حاصل کرتے وہ اپنے اوپر انسانی خدمت کو ضروری سمجھتے، وہ علوم کے پہاڑ جو بچوں کو تعلیم دیتے یہاں تک کہ انہیں مختلف علوم وفنون کا ماہر بنا دیتے، انہیں ریاضی میں کمال درجہ تک پہنچا دیتے، انہیں ماہر نفسیات بنا دیتے، انہیں وقت کا عظیم مفکر، مدبر اور مجتہد بنا دیتے اور یہ سب کچھ وہ بغیر فیس وصول کیے کرتے، اس طرح تعلیم دینے کا نتیجہ یہ سامنے آتا کہ فارغ التحصیل طلباء جب مختلف موضوعات کے ماہر بن کر میدان عمل میں جاتے تو وہ بھی اسی خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار ہو کر کام کرتے اور اپنی پوری زندگی اسی کے لیے وقف کر دیتے تھے، دولت کے حصول کا خیال بھی ان کے

ذہن میں نہ آتا تھا، لیکن آج وہ طلباء جو موٹی رقمیں خرچ کر کے ریاضی، سائنس، ٹکنالوجی، تاریخ، نفسیات وغیرہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، وہ تعلیم مکمل ہونے کے بعد بڑے پیمانہ پر ان کے ذریعہ دولت کمانے کا ارادہ رکھتے ہیں، یہی حال دور جدید میں طب کا بھی ہوا ہے کہ طب کے پیشہ کو پوری طور پر معاش کمانے کا ذریعہ بنالیا گیا، وہ طلباء جو امراض کی تربیت حاصل کرنے کے لیے کالجوں و یونیورسٹیوں کا رخ کرتے ہیں، ان کے اذہان میں پہلے سے ہی یہ بات ہوتی ہے کہ وہ ڈاکٹر بننے کے بعد اپنا کلینک بنائیں گے جہاں خوب پیسہ کمائیں گے، چونکہ ان کی یا ان کے والدین کی نگاہوں میں ڈاکٹری محض ایک معاشی پیشہ ہے اس لیے وہ اس تعلیم پر موٹی رقمیں بھی خرچ کرتے ہیں، ایم بی بی ایس یا ایم ڈی وغیرہ میں داخلوں کے لیے طلباء بے چین و بے قرار نظر آتے ہیں اور ایک اشارے پر لاکھوں روپے خرچ کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں، معاش تک اس کو محدود کرنے ہی کا نتیجہ ہے کہ بیشتر ڈاکٹروں کو مریضوں سے انسانی ہمدردی نظر نہیں آتی، بس ان کی نظر تو مریض کی جیب پر جاتی ہے، چنانچہ پرائیویٹ اسپتالوں یا کلینکوں میں مریض کے پہنچنے کے ساتھ ہی مختلف قسم کی فیسیں اور چارجز بتا دیئے جاتے ہیں، اگر مریض اتنے روپے خرچ کرنے کی استطاعت رکھتا ہے تو اس کا علاج کیا جاتا ہے ورنہ اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا جاتا، چاہے وہ موت و حیات کی کشمکش مین ہی کیوں نہ مبتلا ہو۔ اس حد تک ڈاکٹروں کے مادیت پسند ہونے اور خدمت خلق کے جذبے سے محروم ہونے کی وجہ سے گردوں اور دیگر اعضائے انسانی کی چوری کی وارداتیں بھی وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہی ہیں، اگرچہ بعض اچھے و مخلص ڈاکٹروں کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جاسکتا تاہم ان کی تعداد ایک فیصد بھی نہیں ہے۔

ایسے حالات میں ملت اسلامیہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے تباہ ہوتی ہوئی انسانیت کو بچانے میں اہم کردار ادا کرے، ملت اسلامیہ کے افراد کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے مؤثر و عملی اقدام اٹھا کر انسانیت کا بہترین نمونہ پیش کرنا چاہیے، دنیا بھر کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کو صرف معاشیات تک محدود نہ رکھیں بلکہ ان کی زندگی روحانیت اور زندگی کے دیگر شعبوں کو بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہو، معاش سے صرف ان کا تعلق ضروریات کی حد تک ہو، جب بھی وہ کسب معاش کے لیے نکلیں تو وہ حلال و حرام کے فرق کو ملحوظ رکھیں، یہی ان کا دین سکھاتا ہے، اپنی تجارت کے درمیان سچ اور ایفائے عہد پر قائم رہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سچا امانت دار تاجر، قیامت کے دن صدیقین اور شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا‘‘ (ترمذی)

معاشیات کو ایک حد تک محدود رکھنے کے بعد مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے معبود حقیقی کی عبادت اور اس کی حمد و تسبیح بیان کرنے میں لگ جائیں اور جس مقصد کے لیے انہیں دنیا میں بھیجا گیا ہے اس کی تکمیل پر اپنی خصوصی توجہ مبذول کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی صرف تجارت تک محدود نہیں ہے بلکہ اللہ کی عبادت اور اس کی حمد و تسبیح بیان کرنا بھی انسانی زندگی کے لیے ناگزیر ہے، چنانچہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’مجھے یہ وحی نہیں بھیجی گئی کہ مال جمع کر اور تاجروں میں سے ہو جا، بلکہ میرے پاس وحی بھیجی گئی ہے کہ اللہ تعالی کی تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں بن۔

خالق کی عبادت، بہترین معاملات، اعلی اخلاق، انسانی تہذیب و اقدار جیسے شعبوں کا لحاظ کر کے اگر ملت اسلامیہ کے افراد اپنی زندگی گزاریں تو ان کی زندگی نہ صرف ان کے لیے بہترین ہوگی بلکہ دیگر اقوام بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گی اور اپنے مسائل سے خلاصی پانے کے لیے انہیں بھی مسلمانوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ مسلمان خوش قسمت ہیں کہ ان کے پاس وہ دین ہے جو ہر موڑ پر ان کی مکمل رہنمائی کرتا ہے، اسلام کی روشنی سے دیگر اقوام ناآشنا ہیں، وہ دین پر چل کر اپنے مسائل سے نجات پا سکتے ہیں۔ لیکن پہلے مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا ہوگا تاکہ وہ غیروں کے لیے نمونہ بن سکیں۔

یورپی عورتوں میں قبولیت اسلام کا بڑھتا ہوا رجحان

دہشت گردی، انتہاء پسندی اور خواتین کے حقوق وغیرہ کے حوالے سے تمام تر منفی پروپیگنڈے کے باوجود مغرب میں اسلام کی مقبولیت مسلسل بڑھ رہی ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلام کو خواتین دشمن مذہب قرار دیئے جانے کے سارے شور و غوغا کے باوجود مغرب کی عورتیں مردوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر اسلام قبول کر رہی ہیں، عالمی ذرائع ابلاغ میں وقتاً فوقتاً اس بارے میں خبریں اور تجزیئے شائع ہوتے رہتے ہیں، ایسی ہی ایک تجزیاتی رپورٹ کچھ عرصہ پہلے ممتاز امریکی جریدے کرسچین سائنس مانیٹر کے ایک ایڈیشن میں شامل کی گئی، جس کا عنوان ہے: Why European (women are turning to Islam?

پیٹر فورڈ کی مرتب کردہ اس رپورٹ کے مطابق ''مسلم اور غیر مسلم تحقیق کار دونوں کہتے ہیں کہ ۹/۱۱ کے بعد اسلام کے بارے میں ابھرنے والے تجسس کی بنا پر اسلام کا پیغام زیادہ سے زیادہ یورپی باشندوں کو اپیل کرنے کا باعث بن گیا ہے، متعین اعداد و شمار تو دستیاب نہیں مگر یورپ میں مسلمانوں کی آبادی پر نظر رکھنے والے مبصرین کا اندازہ ہے کہ ہر سال کئی ہزار مرد اور خواتین اسلام قبول کرتے ہیں، یہ محققین نشان دہی کرتے ہیں کہ مسلمان ہونے والوں میں سے بمشکل چند تشدد کا راستہ اپناتے ہیں۔ مؤقر امریکی جریدے کے اخذ کردہ یہ نتائج اس امر کا کھلا اعلان اور اعتراف ہیں کہ اسلام کو دہشت گردی کا مبلغ قرار دینا قطعی بد دیانتی ہے، اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

جریدے کے مطابق ''اگرچہ مرد کے مقابلہ میں قبول اسلام کا رجحان عورتوں میں زیادہ ہے، لیکن ماہرین کا کہنا ہے کہ عام خیال کے برعکس اس کا سبب مسلمان مردوں سے شادی نہیں اور بہت کم ہی عورتیں اس بناء پر اسلام قبول کرتی ہیں۔'' قبول اسلام میں شادی کے کردار کے حوالے سے برمنگھم یونیورسٹی کی معلّمہ ڈاکٹر حیفہ جواد کا کہنا ہے کہ ماضی میں اگرچہ یہ ایک عمومی سبب تھا، مگر اب زیادہ تر عورتیں اپنے یقین کی بنیاد پر مسلمان ہو رہی ہیں، مسلمان ہونے والی ہزاروں یورپی خواتین میں سے ایک فرانس کی مس میری فیلوٹ بھی ہے، وہ تین سال پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئی تھیں۔

جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا اس کی محبت اس کے فیصلے کا سبب بنی ہے؟ تو اس نے ہنستے ہوئے کہا: ''جب میں نے اپنے دفتر کے ساتھیوں کو بتایا کہ میں مسلمان ہوگئی ہوں تو ان کا پہلا سوال یہی تھا کہ کیا تمہارا کوئی مسلمان بوائے فرینڈ ہے؟ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ فیصلہ میں نے اپنی آزاد مرضی سے لیا ہے، مس فیلوٹ کے بقول اسلام کا راستہ اس نے اس لیے اپنایا ہے کیوں کہ ''اسلام اللہ تعالیٰ سے انسان کی قربت چاہتا ہے، اسلام زیادہ سادہ اور مکمل ہے، زیادہ صاف اور واضح ہے، اس لیے زیادہ آسان بھی ہے۔''

اس نوعمر فرانسیسی نومسلمہ نے اپنے قبول اسلام کے اسباب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا: ''مجھے زندگی بسر کرنے کے لیے ایک لائحہ عمل کی تلاش تھی، ہر انسان کو ایسے ضوابط اور رویوں کی ضرورت ہوتی ہے، جن کے مطابق وہ زندگی گزار سکے، جب کہ عیسائیت مجھے ایسے ریفرنس پوائنٹس نہیں دے سکی۔''

پیٹر فورڈ محققین کے حوالے سے کہتے ہیں کہ وہ دلائل اور اسباب جو اسلام قبول کرنے والی بیشتر یورپی خواتین کے انداز فکر کی عکاسی کرتے ہیں، ان کے مطابق عورتوں کی ایک بڑی تعداد مغربی معاشرے کی اخلاقی، غیر یقینی اور غیر ذمہ دارانہ رویوں کے خلاف ردعمل کا اظہار کر رہی ہے، باہمی وابستگی و تعلق، ایک دوسرے کا خیال رکھنے اور ایک دوسرے کے معاملات اور مسائل میں شرکت کا جو شعور اسلام دیتا ہے، وہ مغرب کی عورتوں کے دل جیت رہا ہے، ڈچ خواتین کے قبول اسلام پر ریسرچ کرنے والی کیرین وین نیووکرک کے نزدیک مغربی عورتوں میں اسلام کی مقبولیت کا بڑا سبب مردوں اور عورتوں کے الگ الگ دائرہ کار اور حقوق و فرائض کا وہ واضح تصور ہے، جو اسلامی تعلیمات فراہم کرتی ہیں۔ اسلام میں خاندانی اور عورت کے مادرانہ کردار کا بڑا مقام ہے، یہاں عورتیں جنسی کھلونا نہیں ہوتیں۔

یہ رائے یقیناً بڑی اہمیت کی حامل اور انتہائی قابلِ توجہ ہے، کیوں کہ اسلام عورتوں کو ماں، بہن، بیوی، اور بیٹی کی حیثیت سے جو عزت واحترام دیتا ہے، مغربی معاشروں میں اس کا کوئی تصور نہیں، اس جنس زدہ تہذیب میں عورتوں کے حقوق اور آزادیٔ نسواں کے تمام دعوؤں کے باوجود عورت محض مردوں کا کھلونا ہے، مادہ پرست معاشروں میں ایسا ہونا بالکل فطری ہے، جب روحانی زندگی اور آخرت کی کامیابی کا اعلیٰ نصب العین انسان کے پیش نظر ہی نہ رہے اور اس کی ساری تگ ودو کا مقصد صرف حصول لذت ہو، تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نکل ہی نہیں سکتا۔ مسلم اور غیر مسلم معاشرے کے رویوں کے اس فرق کو واضح کرتے ہوئے نیوجرسی میں رہنے والی لاطینی امریکن نومسلمہ جیسے مین پائی نیٹ کہتی ہیں: ''مسلمان مرد آپ کو ہائے میمی، تم کیسی ہو؟ کے الفاظ سے مخاطب نہیں کرتے بلکہ عام طور پر ''ہیلوسسٹر'' کہتے ہیں، وہ آپ کو جنسی کھلونا سمجھ کر نہیں گھورتے۔''

کرسچین سائنس مانیٹر کی ایک اور رپورٹ جو ۲۷/ دسمبر ۲۰۰۱ء کو ''لاطینی امریکن اسلام میں اپنے سوالوں کا جواب ڈھونڈتے ہیں'' کے عنوان سے شائع ہوئی تھی اسی حوالے سے ہے۔ کرسٹائن آر میریو کی مرتب کردہ اس رپورٹ کا بنیادی موضوع ہی یہ ہے کہ مغرب میں اسلام قبول کے روز افزوں رجحان کا ایک اہم سبب وہ احترام ہے جو اسلام عورت کو عطا کرتا ہے، رپورٹ کے مطابق امریکہ میں تقریباً چالیس ہزار لاطینی امریکی نومسلم ہیں، جب کہ ہر سال تقریباً بیس ہزار امریکی مرد وخواتین اسلام قبول کرتے ہیں، جن میں کم وبیش چھ فیصد لاطینی امریکی ہوتے ہیں، ان نومسلموں میں سے ایک بڑی تعداد کا کہنا ہے کہ اسلام میں اس یقین واعتماد نے اہم کردار ادا کیا ہے، کہ اسلام میں عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا جاتا ہے۔

تنقید کرنے والے کہہ سکتے ہیں کہ نقاب کی پابندی عورتوں کے ملکیت ہونے کی علامت محسوس ہوتی ہے، لیکن لاطینی خواتین کا کہنا ہے کہ ان کے لیے یہ ایک خوش گوار حقیقت ہے کہ جب وہ راستے میں ہوتی ہیں تو کوئی انہیں دیکھ کر سیٹی نہیں بجاتا۔ جینی یانیز! جو ہزاروں لاطینی مسلم خواتین میں شامل ہیں کہتی ہیں کہ: ''اسلامی لباس کے نتیجے میں لوگ فطری طور پر مجھے ایک مذہبی شخصیت کا سا اعزاز دیتے اور احترام کرتے ہیں۔''

تاہم مغرب کی بے خدا تہذیب اور معاشرے سے بغاوت کا یہ عمل اپنے ساتھ مشکلات بھی لاتا ہے، حلقہ بگوش اسلام ہونے والی خواتین کو اپنے والدین اور عزیزوں کی طرف سے مزاحمت کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے، نومسلم خواتین کے نزدیک اس کا سبب اسلام میں خواتین کے مقام کے بارے میں پھیلائی گئی غلط فہمیاں ہیں زیر نظر رپورٹ کے مطابق مسلمان ہو جانے والی کئی لاطینی امریکی خواتین نے بتایا کہ پہلے وہ اسلام میں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے انہی گھسی پٹی باتوں سے واقف تھیں جو مغرب میں عام ہیں، لیکن جب مسلمانوں سے ان کا میل جول ہوا تو انہیں پتہ چلا کہ اسلامی معاشرے میں عورت کا مرتبہ کتنا بلند ہے۔ مس پائی نیٹ کے بقول ''اسلامی معاشرے میں عورت کا احترام اس لیے کیا جاتا ہے کہ وہ ماں ہے، وہ بچوں کی پرورش ونگہداشت کرتی ہے، اور اصول وضوابط پر عمل کرتی ہے۔''

مغرب کے جدید ترین معاشرے کی عورتیں جن اسباب سے اسلام کو اپنے لیے ایک نعمت اور رحمت سمجھ رہی ہیں، کتنی بے عقلی کی بات ہے کہ مسلمان ملکوں میں مغرب کے ذہنی غلام اسلام کی انہی تعلیمات کو عورتوں کی پسماندگی کا باعث قرار دیتے ہیں اور مغرب کی احمقانہ نقالی کرتے ہوئے عورتوں کو گھروں سے نکال کر سڑکوں پر لے آنے، انہیں نیم عریاں لباس پہنا دینے، ان کے فیشن شو منعقد کرانے، اور انہیں گلی کوچوں کی زینت بنا دینے ہی کو ترقی کی معراج باور کراتے ہیں۔ تاہم آزادیٔ نسواں کے نام پر مغربی تہذیب نے عورت کو جو سراب دکھایا تھا، اس کی حقیقت اب پوری طرح کھل چکی ہے، اس لیے اب مسلم دنیا کی عورتوں کو بھی اس فریب کا شکار نہیں ہونا چاہیے اسلام نے انہیں حقیقی عزت اور احترام کا جو مقام عطا کیا ہے اس کی قدر کرنی چاہیے، اور مغرب کی اندھی تقلید کے بجائے ان حقوق کے حصول کی جدوجہد کرنی چاہیے، جو اسلام نے انہیں دیئے ہیں کیونکہ اسی میں حقیقی کامیابی ہے۔

ہندوستانی مسلمان اور ملکی سیاست

محمد نفیس خاں ندوی

ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کا ہمیشہ کلیدی کردار رہا ہے، اس ملک کو سنوارنے اور اس کو کامیابی کی بلندی تک پہنچانے میں مسلمانوں نے عظیم قربانیاں دی ہیں، لیکن آزادی کے بعد سے مسلمانوں کی حیثیت محض سیاسی مہروں کی طرح رہ گئی ہے، جن کا استعمال ہر چھوٹی بڑی پارٹیاں اپنے مفاد میں کرتی رہی ہیں، آزادی کے بعد سے مسلمان سیاسی، سماجی، تعلیمی، معاشی، ہر طرح کے مسائل سے دوچار ہیں، جس کی سنگینی کا اندازہ ''سچر کمیٹی رپورٹ'' سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ملک کے وہ طبقے جو کل تک اقتدار کے دسترخوان پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے بھی روادار نہ تھے اور جن کو معاشرہ میں اچھوت، آدی باسی، دلت اور پسماندہ کہہ کر الگ تھلگ کردیا گیا تھا آج وہ اقتدار کے دعویدار بلکہ اس پر قابض ہیں، لیکن ہندوستانی مسلمان ۲۵ کروڑ کی بڑی اقلیت میں ہونے کے باوجود بھی بے وزن اور بے معنی ہیں بلکہ وہ موضوع بحث ہیں کہ ان کو اس ملک میں رہنے کا حق ہے بھی یا نہیں؟ وہ اس پوزیشن میں نہیں کہ اپنی کوئی بات منواسکیں، اگرچہ آئین میں ان کو وہ حق حاصل ہی کیوں نہ ہو، بلکہ اب تو اتنے پسماندہ ہوچکے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی پارٹیوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہیں، ہر نئی حکومت کے تعلق سے وہ خوش فہمیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اور ایک مایوس، مجبور، بے کس رعیت کی طرح حکومت کی نوازشوں اور کرم فرمائیوں کی امید لگا بیٹھتے ہیں، اور پھر اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کو ''ریزرویشن'' کے ذریعہ پُر کرنا چاہتے ہیں، اور جہاں جزوی طور پر ان کو رسوخ حاصل ہوجاتا ہے وہاں مسائل کی ایک طویل فہرست پیش کردی جاتی ہے لیکن یہ نہیں طے ہو پاتا کہ کام کی ابتداء کہاں سے کی جائے؟ نتیجتاً کوئی بھی مسئلہ حل نہیں ہو پاتا۔

ہندوستانی مسلمان پچھلے ساٹھ سالوں سے مختلف سیاسی پارٹیوں کے پرچم تلے اپنا مستقبل ڈھونڈتے رہے ہیں، سیکولرزم کے نام پر ہر پارٹی کو انھوں نے اپنا مسیحا سمجھا، وہ کبھی اس پارٹی تو کبھی اس پارٹی کی ڈفلی بجاتے رہے، اور وہ پارٹیاں ''ہندوتوا'' کا ہوّا کھڑا کرکے اپنا سیاسی فائدہ اٹھاتی رہیں، سچ پوچھئے تو ان سیکولر پارٹیوں کی دوہری پالیسی نے مسلمانوں کو اور بھی پست کردیا۔

ہندوستان کے سیاسی تناظر میں دیکھا جائے تو الیکشن کے قریب آتے ہی مسلمانوں کو لبھانے کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں، ایسے موقعوں پر ان کو خود مسلمانوں سے ہی تقویت پہنچتی ہے، پارٹی اقتدار کی ہو یا اپوزیشن کی، سب مسلم ووٹ کے سہارے ہی سیاست کرنے پر مجبور ہیں۔

مسلمانوں کے سیاسی استحکام اور ان کے مسائل کو لے کر متعدد اہم شخصیات سامنے آئیں اور انھوں نے مختلف نسخے بھی پیش کیے، کچھ نے مسلمانوں کی سیاسی پسماندگی کی ایک وجہ یہ بتائی کہ ان کے پاس کوئی مضبوط لیڈر نہیں، قیادت کے فقدان نے ان کو صحیح رہنمائی سے محروم کررکھا ہے، جب کہ گلی گلی، کوچہ کوچہ میں مسلمانوں کے اتنے لیڈر موجود ہیں جن کا ماضی میں تصور بھی نہ تھا، بس فرق صرف اتنا ہے کہ وہ قوم کے خادم تھے۔ سیاسی ذہن رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ جب تک مسلمان سیاسی اعتبار سے یک جٹ نہیں ہوجاتے ان کے مسائل حل نہیں ہوسکیں گے۔ کسی نے کہا کہ ضرورت ہے کہ مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں تب ہی اصلاح ممکن ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کی اپنی سیاسی پارٹی ہی ان مسائل سے نجات دلاسکتی ہے، اس طرح کے نہ جانے کتنے نسخے ہیں جو قوم کے ''بہی خواہوں'' نے تجویز کیے لیکن افسوس کہ سارے نسخوں کے ساتھ یہ بھی شرط ہوتی ہے کہ جو کچھ بھی ہو ہماری ہی قیادت میں ہو اور ہمارے ہی بینر تلے ہو!

سچ پوچھئے تو مسلمانوں کے اکثر مسائل خود انھی کے پیدا کردہ ہیں، اور ان کا حل صرف انھی کے پاس موجود ہے، بس ضرورت ہے اسلامی تعلیمات کو سمجھنے اور اس کو برتنے کی، اور ایک ایسی قیادت کی جو اخلاص نیت اور پوری للّٰہیت کے ساتھ سامنے آئے، ذاتی مفاد کے بجائے ملّی مفاد اس کے نزدیک اہم ہو، ساتھ ہی ملت اس قیادت پر پورا اعتماد کرے اور اس کے فیصلہ کو اپنا فیصلہ سمجھے، البتہ یہ بھی واضح رہے کہ سیاست یا حکومت مسلمانوں کا مطلوب نہیں بلکہ نیک اعمال کے بدلے یہ نعمت اللہ کی طرف سے خود بخود مل جائے گی۔

آزاد مسلمان؟

ابوالعباس خاں

تنہائی میں بیٹھا وہ شخص ماضی کی یادوں میں کھویا ہوا تھا، اس کی نگاہوں کے سامنے کسی فلم کی طرح آزادی کا منظر گھوم رہا تھا، اپنے حافظہ پر اس نے زور دیتے ہوئے آزادی کی صداؤں کو سننے کی کوشش کی، ''انقلاب زندہ باد'' کے نعروں سے ہندوستان کا کوچہ کوچہ گونج رہا تھا، کیا ہندو کیا مسلمان ہر کسی کے دلوں میں ایک ہی دھن وایک ہی آہنگ اور یہی ایک ترانہ تھا، آنکھوں میں امید کی چمک اور دلوں میں جوش مارتے جذبات تھے، زندگی کا صرف ایک ہی مقصد تھا ''فرنگیوں سے آزادی''! خون کی ندیاں بہتی ہیں تو بہیں، عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے ہیں تو ہوا کریں، آزادی ہند کی خاطر ساری قربانیاں ہیچ ہیں۔

یہ وہ جذبات ہیں جو تقریباً ہر مجاہد آزادی کے دل میں موجزن تھے، کیا ہندو، کیا مسلم! سب دوش بدوش- ایک صف میں اگر گاندھی جی، جواہر لعل نہرو، ولبھ بھائی پٹیل، بھگت سنگھ وغیرہ تھے تو دوسری طرف جعفر تھانیسریؒ، مولانا یحییٰؒ، حسرت موہانیؒ، مولانا آزاد اور علی برادران وغیرہ۔ دلوں میں آزادی کے ولولے تھے تو نگاہوں میں کامیابی کی چمک! ایسا دن ضرور آئے گا جب ہمارا ملک آزاد ہوگا، یہ ملک صرف ہندوستانیوں کا ہوگا، اخوت ومحبت اور انسانیت کے نغموں سے یہاں کی فضاء گونج اٹھے گی، نہ مسجدوں پر آنچ آئے گی، نہ مندروں پر ضرب لگے گی، ہر کسی کو مذہب کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔ اسی طرح کے خیالات شاید ہر مجاہدِ آزادی کے دل میں تھے، سچ میں کتنے پاکیزہ تھے ان کے جذبات اور ان کے خیالات!!

اس کے دلوں دماغ پر یہی باتیں چھائی ہوئیں تھیں۔ آزادی ہند کی تاریخ کے نشیب وفراز اس کی نگاہوں کے سامنے رقص کر رہے تھے کہ اچانک ایک زوردار چیخ نے اسے چونکا دیا، پلٹ کر دیکھا تو ماتھے پر قشقہ لگائے، ہاتھ میں چمکتا چھرا لیے ایک شخص کھڑا تھا اور اس کے قدموں میں تڑپتا ہوا ابن آدم۔ چند لمحوں میں پورے ماحول پہ سناٹا چھا گیا اور وہ آدم زاد تڑپتا رہا! رفتہ رفتہ ہمت کرتے ہوئے کچھ لوگ اس کے گرد پہنچے۔ زمین پہ پڑا ہوا ضعیف وناتواں شخص، چہرے پر چمکتی ہوئی لمبی سفید ڈاڑھی، کسی نے بڑھ کر پوچھا کہ اس بوڑھے کو کس نے مارا؟ ایک طویل سکوت تھا- آخر کار اسی بوڑھے نے ہمت کی، اپنے کو سنبھالتے ہوئے لبوں کو حرکت دی کہ میں ایک مسلمان ہوں، پڑوس کی بستی میں اپنی بیوی اور دو لڑکیوں کے ساتھ رہتا ہوں، اچانک کچھ لوگ میرے گھر میں گھس آئے، خاکی نیکر، ماتھے پر پیلی پٹی، جس پر ہندی میں کچھ لکھا ہوا تھا، کسی کے ہاتھ میں ترشول، بھالا، چھرا اور کسی کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، ایک نے مجھے بری طرح مارا، پھر وہ میری بیوی اور بیٹیوں پر ٹوٹ پڑے، میں نے روکنا چاہا تو مجھے بری طرح دبوچ لیا، میری ایک بیٹی حاملہ تھی ان بد بختوں نے ان دونوں کی عصمت دری کی، اور پھر تلوار کی تیز ضرب دونوں کے پیٹ پر پڑی، پھر انہوں نے گھر کو جلانا شروع کیا، یہ ساری حرکتیں میری آنکھوں کے سامنے کرتے رہے اور کہتے رہے کہ بلا اپنے اللہ کو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو، یہ صرف ہندو راشٹر ہے، یہاں مسلمانوں کا کوئی ٹھکانا نہیں، تمہیں اس ملک سے نکال کر رہیں گے یا اسی طرح تمہارا صفایا کر دیں گے، کسی طرح میری گرفت ڈھیلی پڑی، میں وہاں سے بھاگ نکلا، اور میری بیوی.........

اس بوڑھے کی روح پرواز کر چکی تھی۔ یہ ہولناک منظر کو دیکھ کر اس مجاہد آزادی کا جسم کانپ اٹھا۔ نہیں! ایسا نہیں ہوسکتا! یہ مسلمانوں کو کیوں ختم کرنا چاہیں گے؟ مسلمانوں کا اس ملک میں پورا حصہ ہے، آزادی کی پوری لڑائی میں وہ برابر شریک رہے ہیں، ان پر ظلم نہیں ہوسکتا، وہ آزاد ہیں، میں بھی مسلمان ہوں، میں بھی آزاد ہوں، آزاد ہندوستان کے آزاد مسلمان!!

اسی طرح کے خیالات سے لڑتا اور گھبرایا ہوا وہ تیزی سے اپنی بستی کی طرف جا رہا تھا اور بار بار دل کو سمجھا رہا تھا کہ ایسا نہیں ہوسکتا، مسلمان آزاد ہیں، لیکن دفعتہً ہی اس کے قدم رک گئے- یہ کیا؟ میرے گاؤں میں یہ آگ کیسی لگی ہے؟ وہ تو میرا گھر ہے وہ کیسے جل گیا؟ یہ چیخ وپکار کیسی؟ اور اس نے وہیں سے دوڑ لگائی اور پھر ایک زوردار چیخ کے بعد پوری فضا میں سناٹا تھا- ایک گہرا سکوت لیکن ....سوال بدستور قائم تھا...... کیا مسلمان آزاد ہیں؟!

نشانِ منزل

افادات

امام مالک بن انس المدنیؒ

(پیدائش ۹۳ھ - وفات ۱۷۹ھ - بمقام مدینہ منورہ)

''تابعین کے بعد 'مالک' اللہ کی مخلوق کے لیے ایک حجت ہیں''
(حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ)

☆ علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکام اور والیان سلطنت سے رشتہ قائم رکھیں تاکہ ان کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا جاتا رہے۔

☆ موت کی سختیاں اور قیامت کی ہولناکیوں کو مستحضر رکھ کر انسان کو ایسے کام کرنا چاہیے جن سے وہ سختیاں آسان ہو جائیں۔

☆ اگر انسان جہنم سے متعلق آیتوں اور حدیثوں پر غور کر لے تو دنیا کی آرائشوں کے بدلہ اس کی سختیوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

☆ موت سے پہلے انسان کے لیے یہ آسان ہے کہ وہ اپنے آپ کو نفس کی اتباع سے دور رکھے۔

☆ دنیوی زندگی میں انسان کو اللہ کی ناراضگی اور مظلوم کی بددعا سے بچے رہنے کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

☆ بارگاہ خداوندی میں تقرب کے حصول کے لیے تقویٰ کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہنا اور نفس کی اصلاح کرتے رہنا مفید عمل ہے

☆ دینی معاملات میں جھگڑا دل سے علم کا نور ختم کر دیتا ہے، اور اس کی وجہ سے دل میں سختی اور نفرت کے جراثیم بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

☆ تواضع کی صحیح مفہوم یہ ہے کہ انسان نام و نمود، ریا اور شہرت کی خواہش کو دل سے نکال دے۔

☆ زہد کی صحیح تعریف یہ ہے کہ انسان حلال کمائی اور آرزوؤں کا سلسلہ مختصر رکھے۔

☆ حقیقی دنیا اس کو کہتے ہیں جس میں جسم صحت مند اور دل جائز چیزوں سے بہرہ ور ہو۔

☆ تواضع کا تعلق لباس سے نہیں بلکہ دین داری سے ہوتا ہے۔

☆ علم نام ہے ایک ایسے نور کا جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرماتا ہے۔

☆ علم کی چمک اس شخص پر عیاں ہوتی ہے جو صاحب تقویٰ اور خشوع و خضوع والا ہو۔

☆ عمل سے پہلے علم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

☆ حصول علم کے ساتھ ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر سکون، وقار اور حلم و بردباری کے اوصاف بھی اجاگر کرے۔

☆ وہ اہل علم جن کا تعلق ذکر و شغل سے ہو ان کو چاہیے کہ وہ ہنسی و مذاق سے پرہیز رکھیں۔

☆ قہقہہ لگانا ایک ذی علم کی شان کے خلاف ہے، بلکہ اس کو صرف تبسم ہی پر اکتفاء کرنا چاہیے۔

☆ زیادہ بولنا بھی بسا اوقات انسان کو علمی سطح سے گرا دیتا ہے۔

☆ علم کی نعمت کا حق ادا کرنا یہ ہے کہ صاحب علم اس کو ضائع نہ کرے، بلکہ اس کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی فکر میں رہے۔

☆ علم دین کی بلندیوں کا حصول فقر کی منزلیں طے کیے بغیر مشکل ہے

☆ انسان کی اصلاح کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں سے اپنے کو جتنا ہو سکے دور رکھے۔

☆ صاحب زہد کی پہچان یہ ہے کہ اس کی زبان سے اللہ تعالیٰ حکمت کے بول جاری فرما دیتے ہیں۔

☆ جس کو سکون قلب کی دولت میسر ہو جائے تو خیر حاصل ہو گئی۔

☆ انتشار خاطر انسان کے لیے سب سے بڑی مصیبت اور سکون قلب سب سے بڑی نعمت ہے۔

☆ اگر کسی کو خیر کی توفیق مل جائے تو یہ اس کے لیے بہت بڑی سعادت کی بات ہے۔

انتخاب:- محمد ارمغان بدایونی ندوی

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly
Payam-e-Arafat
Raebareli

Postal Reg. No.
RBL/NP - 09

Volume:06

May 2014

Issue:05

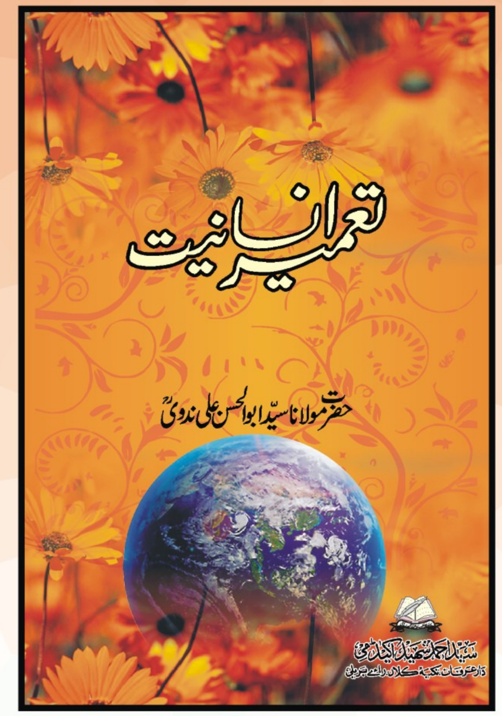

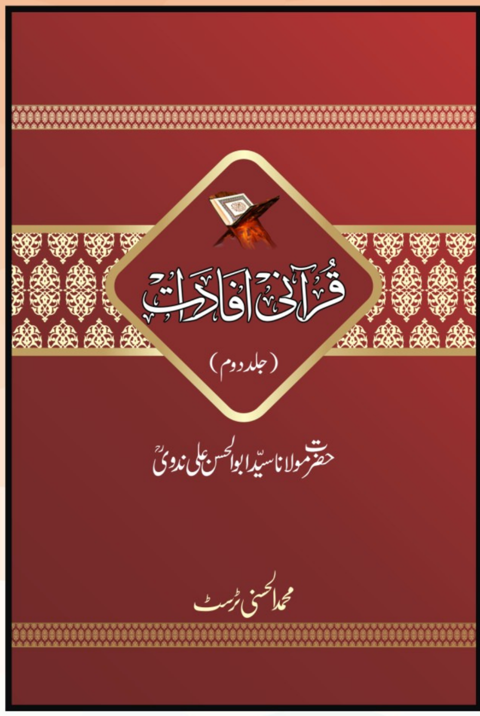

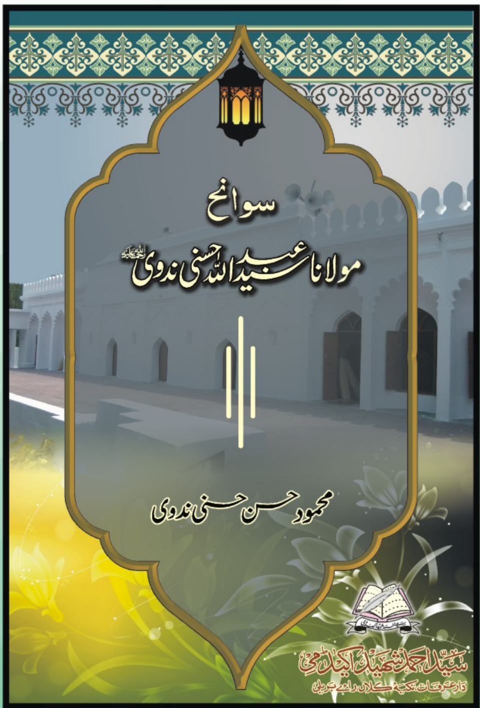

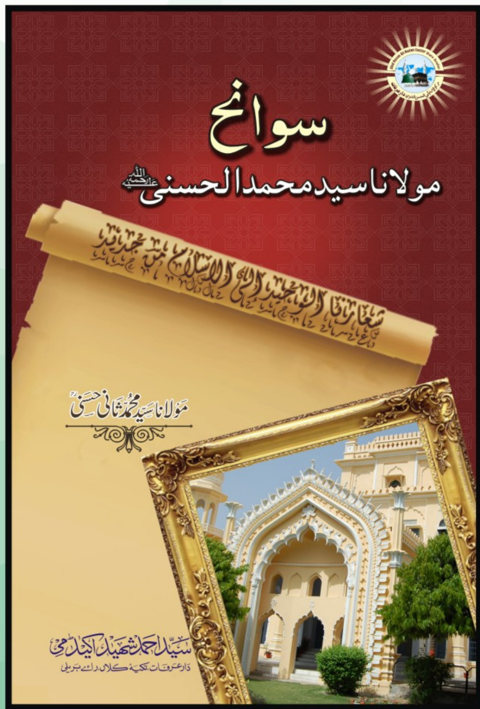

Sayyid Ahmad Shaheed Academy (Contact: 9919331295)

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI
E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9918385097, 9918818558
Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.
Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)